احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

پندرہ روزہ

احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کے لیے

پیغامِ صُلح لاہور

فون نمبر: 5863260 5862956

مدیر: چوہدری ریاض احمد

Email: centralanjuman@yahoo.com

رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532

قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 97 | 21 رمضان المبارک تا 22 شوال 1431 ہجری - یکم تا 30 ستمبر 2010ء | شمارہ نمبر 17-18

ارشادات حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ

ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا ظہور

جب تک انسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور تمام پہلوؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سنتا۔ اس وقت تک پرانے خیالات نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے جب آدمی کسی نئی بات کو سنے تو اسے یہ نہیں چاہیے کہ سنتے ہی اس کی مخالفت کے لئے تیار ہو جائے بلکہ اس کا فرض ہے کہ اس کے سارے پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور انصاف اور دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے خوف کو مدنظر رکھ کر تنہائی میں اس پر سوچے۔

میں جو کچھ اس وقت کہنا چاہتا ہوں وہ کوئی معمولی اور سرسری نگاہ سے دیکھنے کے قابل بات نہیں بلکہ بہت بڑی اور عظیم الشان بات ہے۔ میری اپنی بنائی ہوئی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی بات ہے۔ اس لئے جو اس کی تکذیب کے لئے جرات اور دلیری کرتا ہے وہ میری تکذیب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر دلیر ہوتا ہے۔ مجھے اس کی تکذیب سے کوئی رنج نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس پر رحم ضرور آتا ہے کہ نادان اپنی نادانی سے خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے۔

یہ بات مسلمانوں میں ہر شخص جانتا ہے اور غالباً کسی کو بھی اس سے بے خبری نہ ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو بھیجتا ہے جو دین کے اس حصّہ کو تازہ کرتا ہے جس پر کوئی آفت آئی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ مجددوں کے بھیجنے کا اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق ہے جو اس نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ میں فرمایا ہے۔ پس اس وعدہ کے موافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے موافق جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر فرمائی تھی۔ یہ ضروری ہوا کہ اس صدی کے سر پر جس میں سے انیس (۱۹) برس گذر گئے کوئی مجدد اصلاح دین اور تجدید ملت کے لئے مبعوث ہوتا۔ اس سے پہلے کہ کوئی خدا تعالیٰ کا مامور اس کے الہام اور وحی سے مطلع ہو کر اپنے آپ کو ظاہر کرتا۔ مستعد اور سعید فطرتوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ صدی کا سر آ جانے پر نہایت اضطراب اور بے قراری کے ساتھ اس مردِ آسمانی کی تلاش کرتے اور اس آواز کے سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو جاتے جو انہیں یہ مژدہ سناتی کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کے موافق آیا ہوں۔

یہ سچ ہے کہ چودھویں صدی پر اکابر امت کی نظریں لگی ہوئی تھیں اور تمام کشوف اور رویا اور الہامات اس امر کی طرف ایما کرتے تھے کہ اس صدی پر آنے والا موعود عظیم الشان انسان ہوگا جس کا نام احادیث میں مسیح موعود اور مہدی آیا ہے۔ مگر میں کہوں گا کہ جب وہ وقت آ گیا اور آنے والا آ گیا تو بہت تھوڑے وہ لوگ نکلے جنہوں نے اس کی آواز کو سنا۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد نمبر 4 صفحہ 1 تا 2)

از جناب مولینا مرتضٰی خان حسن

پیشِ خدائے ذُوالمنن گریہِ شب شعار کر

دولتِ وصل چاہیے تجھ کو اگر اے بے خبر
دِل میں گُداز پیدا کر آنکھ کو اشکبار کر

حُسن وشباب پر نہ جا عمر دو روز پر نہ بھُول
یہ تو نہیں ہیں پائداران پہ نہ اعتبار کر

دیدہ دل ہے وا اگر یارِ ازل کے حُسن پر
لعل و گہر ہے چیز کیا جان وجگر نثار کر

والہ و شیفتہ ترا سوزِ دروں سے جل گیا
تجھ کو کرم کا واسطہ ایک نظر نگار کر

تیر بلا کو ٹالدے آہِ سحر وہ چیز ہے
پیش خدائے ذوالمنن گریہِ شب شعار کر

راہِ لقائے یار میں صبر ہے شرطِ اولین
ٹھہر ذرا اے دردِ دِل اتنا نہ بیقرار کر

دعویِ صدق کا ثبوۃ حُسنِ عمل سے چاہیے
جانِ عزیز اے حسن وقفِ رہِ نگار کر

(پیغام صلح 26 فروری 1941ء)

سورت فاتحہ مشکلات اور ابتلاؤں سے محفوظ رہنے اور ہدایت کی طرف رہنمائی کی دعا ہے

اس میں اسلام کے آفاقی تصور کی اجمالی جھلک عیاں ہے

اس میں ہدایت کی دعا تمام مذاہب کے ماننے کو اپنے اندر سمیٹتی ہے اور دین میں رواداری اور احترام کا سبق دیتی ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 3 ستمبر 2010ء ، بمقام جامع دارالسلام، لاہور (پاکستان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۝ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۝ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۝ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۝ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۝ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۝ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ۝

ترجمہ: ”اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تُو نے انعام کیا نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔

آج کے خطبہ کے لئے میں نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی ہے۔ اس سورۃ سے سب چھوٹے بڑے واقف ہیں۔ اور یہ قرآن کی پہلی سورۃ ہے جس سے قرآن کی ہدایت جو تمام انسانوں کے لئے آئی ہے اس کی ابتدا کی گئی ہے۔ اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب انسان مشکلات میں پھنس جاتے ہیں تو اس سورۃ پر صحیح طور پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ ان مشکلات میں سے نکلنے کے راستے کھول دیتا ہے۔ آج کل ہم دیکھیں تو دو متزاد چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں جن سے انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ایک طرف رمضان ایک بابرکت مہینہ جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا اور یہ تمام انسانیت کے لئے تا قیامت آخری پیغام آیا ہے جس پر چلنے سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ ماہ ہے جس میں ہر مسلمان کو سر بسجود ہونا چاہیے۔ دعاؤں میں وقت گزارنا چاہیے، نمازوں میں لگے رہنا چاہیے قرآن کی تلاوت، اس کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے کے لئے پختہ ارادہ کرنا چاہیے۔ پھر اس میں وہ دس دن آگئے ہیں جن میں قرآن کا نزول شروع ہوا، جس میں لیلۃ القدر آتی ہے۔ جب انسان کی تمام زندگی کی محنت جس کی قدر و منزلت ہزار ماہ کی سی ہوتی ہے ایک طرف ہو اور اس میں اگر دعا کی قبولیت ہو جائے یعنی آپ کو لیلۃ القدر نصیب ہو جائے اور اسی طرح تمام زندگی اگر آپ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں لیکن اگر اس بابرکت رات میں معافی قبول ہو جائے۔ تو یہ خدا تعالیٰ نے ہمیں انعام دے رکھا ہے کہ ہر سال میں ہم اس ایک ماہ عبادات کریں تو اس کا قرب حاصل کرنے کا سنہری موقع نصیب ہو جاتا ہے۔ اور دوسری طرف ہم مسلمانوں کا یہ حال بھی دیکھ رہے ہیں کہ کیسے بے دردی سے لوگوں کا قتل کیا جا رہا ہے نہ انسانیت کا احترام نہ خدا تعالیٰ کے احکامات کا احترام نہ اس حرمت والی راتوں کا احترام، خون ریزی، ظلم ڈھانا، لوٹنا، مارنا یہ انہی راتوں میں ہو رہا ہے۔ اگر آج ہم اس سورۃ پر غور کریں تو اس میں ہی سب مسائل کا حل ہے اور اس سے دور ہو جانے کی وجہ سے ہی انسانیت سے گری ہوئی حرکات ہو رہی ہیں۔ ویسے تو سورۃ فاتحہ ایک مکمل دعا ہے لیکن اس سورت میں جو خاص دعا ہے کہ **اھدنا الصراط المستقیم** کہ اے اللہ ہم کو

سیدھا راستہ نہ صرف دکھا بلکہ اس پر قائم رکھ۔ اسی راہ سے ایک شخص مومن بنے گا اسی سے متقی بنے گا اسی سے انسان کا ظاہر اور باطن پاک ہوگا، اور اللہ اور بندے کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے وہ دور ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ انسان کا ولی بن جاتا ہے اور انسان اللہ کا کامل **عبد** بن جاتا ہے اور وہ جو ہر چیز اسی کی رضا کے لئے کرتا ہے۔ کیا آج کل جو ہو رہا ہے وہ اس کی رضا کے لئے کیا جا رہا ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہ سورۃ **الحمد للّٰہ رب العالمین** سے شروع ہوتی ہے۔ **رب العالمین** کہہ کر بندہ سب سے پہلے اللہ کی عظمت کا اقرار کرتا ہے۔ قرآن کی اس پہلی سورۃ میں جس نام سے خدا کو پکارا گیا ہے وہ رب العالمین ہے اس سے ایک لحمہ میں رب العالمین کا کامل تصور دل میں آ جاتا ہے اس کے ذریعہ تمام فرقے بازیاں مٹ جاتی ہیں بلکہ دوسرے ادیان کے متعلق جو نفرتیں ہیں دور ہو جاتی ہیں کیونکہ سب کا رب ایک ہے۔ اور وہ رب العالمین اللہ تعالیٰ خود ہے۔ اس طرح اسلام کا تاقیامت بین الاقوامی ہونا اس ایک لفظ میں آ جاتا ہے کہ وہ رب العالمین ہے جس کی ہم سب پرستش کرتے ہیں وہ سب قوموں کا رب ہے۔ اور جو کوئی جس حال میں ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے ساتھ ہے ہمیں کوئی اختیار نہیں کہ ہم اس کو قتل کریں، ہم اس کو ماریں، ہم اس پر فتویٰ لگائیں چاہے وہ **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کہتا رہے اور اس کو مارنے سے دریغ نہ کریں۔

ہمیں خدا نے موقع دے رکھا ہے کہ رمضان کے روح پرور اور بابرکت ایام میں **ایاک نعبد و** پر اچھی طرح غور کریں کہ ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں'' اور **وایاک نستعین** کہ ''ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں'' آج اس جائزہ کا وقت ہے کہ کیوں فاصلہ بندے اور خدا کے درمیان بڑھ چکا ہے۔

سیدھے راستہ پر استقامت

ہماری قوم کی ہمارے اس پاکستان کی موجودہ حالت اس وجہ سے تو نہیں کہ ہم عبادت میں ذرائع کو، لوگوں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ اور ہم صرف خدا سے مانگنے کی بجائے اپنے ہاتھ ہر طرف پھیلا رہے ہیں۔ اور دعا یہ ہے **اھدنا الصرط المستقیم** کہ ''ہمیں سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کر''۔ ہم میں صرف احمدی نہیں، مسلمانوں کے سارے فرقے نہیں، ساری دنیا آ جاتی ہے تمام ادیان آ جاتے ہیں۔ صراط المستقیم کی دعا بڑی جامع ہے۔ ہم بظاہر یہ دعا مسلمانوں کے لئے مانگ رہے ہیں یہاں اس مسجد میں بیٹھے لوگوں کے لئے مانگ رہے ہیں۔ جماعت کے دیگر لوگوں کے لئے مانگ رہے ہیں حالانکہ ہم اس ہدایت کی دعا عیسائیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں اور بدمت سب ادیان کے لئے مانگ رہے ہیں۔ ہمیں یہ بھی غور کرنا چاہیے اور ہم اس دعا کو یوں ہی تو نہیں مانگتے کیونکہ ہم خود **اھدنا الصراط المستقیم** سے دور ہو رہے ہیں خدا سے دور ہو رہے ہیں۔ مسلمان ہر ایک کے لئے ہدایت کی دعا مانگتا ہے اور ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ہدایت دے سکتا ہے۔ لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ ''ہمیں سیدھے راستہ پر چلا'' اس میں تو ہم دعا مانگ رہے ہیں کہ صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں ہم مدد مانگتے ہیں کہ ہمیں سیدھے رستے پر چلا۔ تو یہ ہم کون ہیں یہ ہم وہ سارے لوگ ہیں جو دنیا میں اس وقت ہیں اور جو تاقیامت آئیں گے۔ کیونکہ قرآن کے بعد کوئی اور ہدایت نہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، حضرت رسول اکرم صلعم نہایت واضح الفاظ میں فرما گئے ہیں: **لانبی بعدی** یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے یہ ہدایت نامہ مکمل ہدایت نامہ ہے اس میں سب کے لئے ہدایت ہے۔

سیدھا راستہ ہی قریب ترین راستہ ہوتا ہے۔ آپ کسی شہر میں کسی جگہ جانے کے لئے گلیوں میں سے ہوتے ہوئے اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ وہی راستہ اگر آپ کو سیدھا سیدھا مل جائے تو آپ راستہ جلد طے کر لیتے ہیں۔ اگر وہی راستہ آپ بھول جائیں تو منٹوں کا راستہ گھنٹوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس لئے خدا سے جو مانگا جا رہا وہ وہ سیدھا راستہ مانگا جا رہا ہے جس سے وہ ہمیں اپنے قریب کر دے اور ہم اس کے اولیاء بن جائیں۔ ولی وہ ہوتا ہے جس کے اور دوسرے کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو۔ یہ فاصلہ ختم کرنے کی دعا خدا کی طرف سے نہیں بلکہ ہماری طرف سے ہے۔ **اھدنا الصرط المستقیم** کا حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے یہ مطلب بھی لیا ہے کہ مستقیم، استقامت سے ہے کہ ہمیں پوری استقامت سے اس راستے پر قائم رکھ۔ ہر وقت ہمیں جائزہ لیتے رہنا پڑتا ہے کہ ہم اُسی راستہ پر ہیں جس پر ہمیں چلنے کی ہدایت ہے یا اس راستہ پر چل پڑے ہیں جس سے خدا ناخوش ہے۔

نماز ہدایت پانے کا اہم ذریعہ

نماز ایک اہم ذریعہ ہے جس کے ذریعہ ہم کو آگے بڑھنے کے مواقع ملتے ہیں۔ ماہ رمضان میں ہمیں عبادات کا بہت بڑا موقع ملا ہوا ہے۔ ہم نماز کو قائم کریں تو یہ ہمیں اللہ کی رحمتیں اور اس کا مضبوط سہارا حاصل ہوگا۔ ہمیں ہر دم اس سہارے کو تھامے رکھنا ہے۔ اس چھڑی کی طرح جو کمزوری میں سہارے کا ذریعہ

ہوتی ہے۔فالج والے لوگ بھی چھڑی لے کر چلتے رہتے ہیں کیونکہ ان کو مسلسل سہارا چاہیے۔ہم جس کو اللہ سے مدد مانگنا کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمام اقوام کی ہدایت کے لئے دعا مانگ رہے ہیں اور اس سے قرآن کریم کی بین الاقوامی حیثیت واضح ہوتی ہے۔ہم میں جسم کے تمام اجزاء آجاتے ہیں ہم سب کے لئے دعا مانگ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی قوتیں بخشی ہیں ۔چاہے وہ ہماری آنکھیں ہوں ، کان ہوں ، زبان ہوں، ہاتھ ہوں ، پاؤں ہوں سب غلط راستہ پر جاسکتے ہیں اور سب اچھے راستہ پر بھی چل سکتے ہیں ۔آنکھوں سے گناہ بھی سرزد ہوتے ہیں اور آنکھوں سے نیکیایوں کی توفیق بھی حاصل ہوتی ہے۔اسی طرح کانوں سے گناہ بھی سرزد ہوتے ہیں اور انہی کی وجہ سے نیکیوں کی طرف توجہ ہوتی ہیں۔اسی طرح آپ جسم کا جو حصہ سوچ لیں تو ہر ایک ہمیں گمراہی کی طرف لے جاسکتا ہے اور **مغضوب علیھم** بنا سکتا ہے ۔**والضالین** بھی بنا سکتا ہے۔اور یہ کہہ لینا کہ **مغضوب** اور **والضالین** صرف یہودی اور عیسائی ہیں ہم بھی گمراہ ہوسکتے ہیں ہم پر بھی اللہ کا عذاب آسکتا ہے۔اور اس غذاب کا نمونہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں۔کیونکہ ہم نے اس تعلیم کو جب چھوڑا، پس پشت ڈال دیا۔تو یہ ساری مصیبتیں آرہی ہیں۔احادیث کا مفہوم ہے کہ جو دعاؤں سے دور ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کردیتا ہے۔جب تک دعا میں لگی رہے قوم اس کی طرف قدرتی آفات جو آتی ہیں وہ رک جاتیں ہیں۔اور اسی لئے اس زمانے کے امام حضرت مرزا غلام احمد نے یہ سبق دیا ہے کہ دعا کو اپنا سہارا بناؤ۔ دعا میں لگے رہو۔اب ہم نے ایسے مذہب کو جو سورۃ فاتحہ سے جس کی کتاب شروع ہوتی ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رحم والے بار بار رحم والے خدا کو ہم نے پکارا ہے ۔لیکن ہم اس رحم والے کی قوم ہوکر اس کو ماننے والے ہوکر اس کے آگے اسلام کا نعرہ لگاکے **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** پڑھ کر کیا ہم اس کے آگے اپنا سر جھکاتے ہیں؟ یہ اقرار کرکے کہ تیرے ہاتھ میں ہماری جان ہے۔ہم تیرے لئے جو تو حکم دیتا ہے سب کچھ کریں گے یہی اسلام ہے اور یہ امن کا دین ہے۔کیا ہم ایسے دین پر ہیں، یا اس سے دور ہوچکے ہیں؟

جب **رحمن** اور **رحیم** کے دین کو دہشت گردی کے دین میں تبدیل کردیا جائے تو یہی دین کو کمزور کردیتا ہے۔آج اسلام کے دشمن اتنے دلیر ہوچکے ہیں کہ وہ 11 ستمبر کو جو Twin ٹاورز کو گرانے کا دن تھا۔انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ قرآن کی کاپیاں جلائیں گے۔یہ دلیری کہاں سے آگئی۔یہ دلیری وہاں سے آئی کہ مسلمانوں نے اپنے دین کو یوں پیش کیا کہ اس کو دہشت گرد دین بنادیا، جلاؤ اور لوگوں کی گردنیں کاٹو دین بن گیا ہے۔قرآن کو جلانے کی تحریک کیوں پیدا ہوئی اور ہالینڈ میں اسلام کو دہشت گردی کا نمونہ خود مسلمانوں نے پیش کیا۔ایک آدمی کی گردن کاٹ کر جس نے اسلام کے خلاف کچھ کہا تھا اس کے سینے میں چھرا گھونپ کر کاغذ پر اسلام زندہ باد لکھ دیا گیا۔اگر اس دن پولیس حالات کو قابو میں نہ لاتی تو سارے ہالینڈ کے مسلمان ایک آفت میں آجاتے۔اب وہ لیڈر اس بات کو ابھار رہے ہیں کہ یہ دہشت گردی اسلام کی تعلیم ہے۔یہ قرآن خدا کی طرف سے نہیں بلکہ شیطان کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے (نعوذ باللہ) اور اس کی باقاعدہ ویڈیوز بن گئی ہیں کہ یہ لادین مذہب ہے ۔اور وہ چیلنج کرتے ہیں کہ کونسا مسلمان ہے جو آپ کو خوش نظر آرہا ہے۔دین تو انسان میں خوشی لاتا ہے۔اس دین میں کہاں خوشی ہے۔دیکھو ان کا حال کیا بنا ہوا ہے۔ہم نے اس آفت کو اس آزمائش کو خود دعوت دی ہے۔

اس سٹیج سے میں جو قرآن کریم کو جلانے کو نکلے ہیں ان کی پرزور مذمت کرتا ہوں جو قرآن کریم کو جلانے کو نکلے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو یہ توفیق نہ بخشے۔اور ان کو اس چیز سے روک دے۔اس موقع پر میں اپنے تمام مسلمانوں بھائیوں اور علماء کو یہ بھی کہتا ہوں کہ خدارا ایسے اسلام کا نمونہ پیش کرنا بند کردو۔جس سے اسلام کو نقصان ہوا اور اس کی اعلیٰ تعلیمات کو بھی نقصان ہو۔دوبارہ رجوع کرو۔کہ تم سے کوئی ایسی غلطی تو سرزد نہیں ہوگئی کہ جس سے اسلام بدنام ہو رہا ہے۔ہم سیلابوں کو عذاب نہیں کہتے۔ہم کہتے ہیں کہ سیلاب آزمائش ہیں، اسلام پر پاکستان پر۔ہم اس قابل نہیں کہ ہم اس کو عذاب کہیں یا نہ۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔لیکن یہ اشد ضروری ہے کہ ہم اپنے طور طریقے بدل لیں۔اپنے اندر ٹٹولیں کہ واقعی **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کہنے والے کافر ہوسکتے ہیں؟ کیا اسلام کا پرچار کرنے والے، قرآن کے تراجم کرنے والے، اسلام کے اوپر اپنی جانیں دینے والے لوگ کافر ہوسکتے ہیں؟ جس شخص نے ثریا سے قرآن لاکر ہمارے دلوں میں بسایا۔یہ ظلم ہے کہ اسی کو کافر کہا جارہا ہے۔اس پر بھی میں نظر ثانی کرنے کی اپیل کرتا ہوں، چاہے وہ جج ہیں، چاہے وہ لیڈر ہیں، چاہے وہ یہاں کے حاکم ہیں، چاہے وہ علماء ہیں۔سب کو اپنے اندر دیکھنا چاہیے کہ یہ کچھ ایسا تو نہیں ہورہا کہ کسی خدا کے بھیجے بندے کو اس کے ماننے والوں کو ہم نے کافر کہا۔قرآن سے محبت رکھنے والوں کو ہم نے کافر کہا۔**لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کہنے والوں کو ہم نے کافر کہا۔ اس سے بڑا ظلم اس دنیا میں نہ ہوا تھا نہ ہوسکتا ہے۔یہ رجوع کا وقت ہے قرآن کی

تعلیم کی طرف، یہ رجوع کا وقت ہے کہ اپنی غلطی پر پشیمان ہوں۔ اور میں قرآن کریم کی سورت الاعراف جو قرآن کریم کی ساتویں سورۃ ہے ۔ اس میں سے 95 سے 102 تک کی آیات کا ترجمہ آپ کے سامنے پڑھتا ہوں۔ پھر آپ پر اور باقی سننے والوں پر جو اس وقت دنیا میں سن رہے ہیں یا جو بعد میں شائع ہونے پر اس کو پڑھیں گے۔ ان کے لئے یہ آیات ایک لمحہ فکریہ ہیں۔ اپنے دلوں میں یہ سوچیں کہ جب ہم **اياك نعبد و اياك نستعين** کہتے ہیں تو کیا واقعی ہم صرف خدا کی عبادت کر رہے ہوتے ہیں یا نہیں۔ جب ہم **اياك نستعين** کہتے ہیں تو کیا ہم واقعی صرف خدا ہی سے مدد مانگ رہے ہوتے ہیں؟ جب ہم **اهدنا الصراط المستقيم** کہتے ہیں تو کیا ہم واقعی اپنی دعا میں سب لوگوں کو شامل کر رہے ہوتے ہیں کہ اللہ ہم کو اور دوسرے سب لوگوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الاعراف میں انبیاء اور وہ لوگ جو خدا سے پیغامات لائے ان کا آنا اور ان کا انکار کرنے کا ذکر ہے۔ اتفاقاً آج میری نظر سے یہ آیات گذریں اور میرے ذہن میں اس حوالے سے مضمون آیا کہ کس طرح یہ ہمارے لئے اس زمانے میں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ ہر صدی میں مجدد کا آنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ تیرہ صدیوں کے مجدد ہر مسلمان مانتا ہے چودھویں پر آ کر کیوں رک جاتے ہیں۔ الاعراف کی آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

''پھر ہم نے دکھ کی جگہ سکھ بدل دیا یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادوں کو بھی دکھ اور خوشی پہنچتے رہے۔ تب ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی''۔(7:95)

پاکستان ایک ایسے وقت سے بھی گذرا جب مشکل حالات کے بعد ہر طرف سے دولت آ رہی تھی اور ہم خدا کو بھولتے جا رہے تھے۔ خدا تعالیٰ انہی کا ذکر کرتا ہے کہ ''پھر ہم نے دکھ کی جگہ سکھ سے بدل دیا''۔ جب مال آتا ہے پھر بھی آزمایا جاتا ہے اور جب انسان سے مال چھن جاتا ہے تو پھر بھی آزمایا جاتا ہے۔

''اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے جھٹلایا۔ تب ہم نے ان کو پکڑ لیا اور اس کی سزا جو وہ کماتے تھے۔ تو کیا بستیوں والے نڈر ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر رات کے وقت آئے جب وہ سوتے ہوں اور کیا بستیوں والے نڈر ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آئے جب وہ کھیلتے ہوں۔ سو کیا وہ اللہ کی تدبیر سے نڈر ہیں۔ تو اللہ کی تدبیر سے کوئی نڈر نہیں ہوتا مگر وہی لوگ جو گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔ کیا ان کے لئے کھل نہیں گیا جو اس کے پہلے رہنے والوں کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیں۔ اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ سو وہ نہیں سنتے''۔(7:96-98)

مصائب اور مروجہ برائیوں سے ملک بد سے بدترین حالات سے دوچار ہے۔ اس کے باوجود پاکستان کے لوگوں کے عمل میں ذرا بھر فرق نہیں آ رہا۔ پھر قرآن مجید اس بارے میں مزید فرماتا ہے: ''یہ بستیاں ان کے کچھ حالات ہم تجھ پر بیان کرتے ہیں۔ اور یقیناً ان کے رسول ان کے پاس کھلی دلائل لے کر آئے مگر وہ ایسے نہ تھے کہ اس پر ایمان لاتے جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اس طرح اللہ نہ ماننے والوں کے دلوں پر مہر لگاتا ہے۔ اور ہم نے ان سے بہتوں میں عہد کا نباہ نہ پایا اور یقیناً ہم نے ان میں سے بہتوں کو نافرمان پایا۔(7:101,102)۔ یہ آزمائشیں یہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ آزمائشیں اس لئے آتی ہیں کہ اللہ کی یاد ہمارے دلوں میں دوبارہ آ جائے اور اگر یہ سب آزمائشیں دیکھ کر بھی اس کی یاد ہمارے دلوں میں نہ آئے۔ تو پھر جیسے میں نے پچھلے خطبہ میں قرآن سے بتایا تھا اس سے بڑی آزمائش بھی اللہ تعالیٰ بھیج سکتا ہے۔ ہم کئی دفعہ سوچتے ہیں کہ منجھو دارو جیسی آبادیاں کیسے ویران ہوئیں۔ اب ہمارے سامنے سندھ، پنجاب اور شمالی علاقوں کی بستیاں کیسے ویران ہو رہی ہیں۔ اب پاکستان جو 1/5 پانی میں ڈوب چکا ہے اور جو آپ ٹی وی پر دیکھتے ہیں کیا یہی کچھ نظر نہیں آ رہا۔ جب آپ کو دنیا کے کونوں سے سپیشل تصویریں جو اس وقت موصول ہو رہی ہیں تو پھر اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور لوگوں پر کیا گذر رہی ہے۔ ہم یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اگر اپنے آنکھوں، کانوں اور دلوں پر تالے لگائے رکھیں گے۔ ایک مامور کو جھٹلانے کے بعد، کلمہ گو لوگوں کو کافر کے فتوے دینے کے بعد بھی ہم اس خوش فہمی پر قائم رہیں گے کہ ہم دین کی خدمت اور اللہ کی خوشنودی حاصل کر رہے ہیں تو پھر یہ عذاب جس کو ہم آج آزمائش کہہ رہے ہیں۔ مستقل عذاب کی صورت اختیار کر سکتا ہے (نعوذ باللہ)۔

اللہ تعالیٰ اس ملک کو محفوظ رکھے۔ سب درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو بچا لے اور اس جماعت کو ان خطرات کے باوجود اپنی حفاظت میں رکھے اور جس مقصد کے لئے یہ جماعت قائم ہوئی ہے کہ قرآن اور اس کی تعلیم کو دنیا میں پھیلائے اس کے آگے جو بڑی بڑی روکاوٹیں حائل ہیں ان کو دور کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کو توفیق دے کہ وہ اسلام کی خدمت کے ہر موقع پر اخلاص او راستقامت سے سرگرم عمل رہیں۔

قرآن مجید ایک آفاقی کتاب اور شفاء للناس ہے

خطبہ جمعہ عامر عزیز الازھری، مورخہ 10 ستمبر 2010ء

بمقام جامع دارالسلام، لاہور

میں نے ابھی آپ کے سامنے سورۃ حم سجدہ جو قرآن کریم کی 41 سورۃ ہے۔اس کی آیات نمبر 40 تا 44 تلاوت کی ہیں۔ان کا ترجمہ اس طرح ہے:

ترجمہ: ’’وہ لوگ جو ہماری آیتوں کے بارے میں کجروی اختیار کرتے ہیں ہم پر مخفی نہیں، تو کیا وہ جو آگ میں ڈالا جاتا ہے بہتر ہے یا وہ قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے جو چاہو سو کرو، وہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے O جنھوں نے نصیحت کا انکار کیا جب وہ ان کے پاس آ گئی (وہ اپنا انجام دیکھ لیں گے) اور وہ یقیناً عزت والی کتاب ہے O جھوٹ نہ اس پر اس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے وہ حکمت والے تعریف کیے گئے (اللہ) کی طرف سے اتاری گئی ہے O تجھے کچھ نہیں کہا جاتا مگر وہی جو تجھ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا۔ تیرا رب بخشش والا اور دردناک سزا دینے والا ہے O اور اگر ہم اسے عجمی قرآن بناتے، تو کہتے اس کی آیتیں کھول کر کیوں نہ بیان کی گئیں کیا عجمی اور عربی (برابر ہیں؟) کہہ وہ ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے۔اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان کے حق میں نابینائی ہے وہ دُور کی جگہ سے پکارے جاتے ہیں O ‘‘

یہ آیات جن کا میں نے ترجمہ بیان کیا ہے۔ ان کا تعلق قرآن مجید کی تعلیمات کے مختلف پہلوؤں سے ہے۔ میں نے ان آیات کا انتخاب اس لئے کیا ہے جیسے کہ آپ کو علم ہے کہ آج کل ٹیلی ویژن اور میڈیا پر ایک امریکی پادری Terry Jones کے ایک منصوبے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اس کو بڑا High light کیا گیا۔اس کا قرآن کریم کے جلانے کا گھناؤنا منصوبہ۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اپنے شرمناک منصوبے کو ترک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

لیکن قطع نظر اس کے کہ وہ ایسے کرتا یا نہ کرتا سب سے اہم بات جو ہمیں دیکھنی ہے وہ یہ ہے کہ اس معاملے میں قرآن مجید کی تعلیم ہمیں کیا حکم دیتی ہے۔

یہ تو محض ایک Political Stunt تھا جس کے ذریعے سے اس نے پوری دنیا میں شہرت حاصل کر لی۔اس میں ہمارے اپنے بھائیوں کا بھی قصور ہے کہ ہم ایک ایسے شخص کو جو بالکل گوشہ تنہائی میں ہوتا ہے اس کو اپنے ہی ہاتھوں دنیا بھر میں مشہور کر دیتے ہیں۔لوگ تو ایسے منصوبے کرتے رہتے ہیں۔ یہ آج پہلی دفعہ نہیں ہوا پہلے بھی ایسے ہی لوگ ایسے منصوبے بناتے رہے ہیں۔لیکن قرآن مجید کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ’’اسے ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔‘‘ اس کی تعلیم کبھی محو نہیں ہو سکتی۔ یہ جلا دینے سے بھی محو نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں کجروی اختیار کرتے ہیں وہ ہم پر مخفی نہیں۔

ہم جماعت احمدیہ لاہور کے ممبران اس منصوبے کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔اس قسم کے منصوبے خواہ وہ اب ہوں یا آئندہ مستقبل میں ہوں قابل مذمت ہیں۔ ماضی میں بھی ہم اس طرح کے تمام منصوبوں کی نہ صرف مذمت کرتے رہے ہیں بلکہ اس کے مقابل پر قرآن مجید کی وہ خوبصورت تعلیم ان کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں جو ساری دنیا کے لئے قابل قبول ہے۔

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ھُدًی۔ وہ ہدایت وَشِفَآءٌ اور لوگوں کے لئے اس میں علاج ہے۔لیکن چونکہ دنیا داروں کو وہ علاج نظر نہیں آتا اس لئے لوگ اس علاج کو ہاتھوں سے مٹانے کی کوششیں کر رہے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے

کجروی اختیار کرتے ہیں۔تو وہ کج روی اختیار کرنا کیا ہے۔ان آیتوں کا نہ صرف زبانی انکار کرنا بلکہ ان کا عملی طور پر انکار کرنا بھی کجروی ہے۔یعنی ہم جو اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں ہم بھی اس میں اتنے ہی برابر کے شریک ہیں۔قرآن مجید کی وہ آیات جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کی طرف بلاتی ہیں ہم اگر ان پر عمل نہیں کرتے تو ہم کجروی اختیار کرتے ہیں۔خدا کے راستے سے ہٹنا بھی کجروی ہے۔اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہم پر مخفی نہیں کہ کون اس راستے سے ہٹ رہا ہے۔اس لئے آگے فرمایا: کہ وہ جو آگ میں ڈالا جاتا ہے بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن میں لایا جائے وہ بہتر ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کی آیتوں کا انکار کون کرتا ہے کچھ لوگ زبان سے انکار کرتے ہیں اور کچھ لوگ عملی طور پر ان کے منکر ہیں۔دونوں کا انکار اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں ہے۔خواہ وہ ایک مسلمان اپنے عمل سے ان آیات کا انکار کرے یا غیر مسلم زبان سے ان آیات کا انکار کرے۔

اور پھر آگے کہا کہ یہ حکمت والے رب کی طرف سے اتاری گئی یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حکمت کو بیان کیا ہے Wisdom کو بیان کیا ہے اور مسلمانوں کو اس حکمت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔حکمت کے ساتھ اس پر عمل کرنے، اس کو پڑھنے اور اس کو سمجھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔بغیر حکمت کے نہیں۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

الحکمة ضالة المومن فحیث وجدها فهوا حق بها

(ترمذی 19:39)

ترجمہ:''حکمت کی بات مومن کی گمشدہ میراث ہے جہاں وہ پائے وہ اس کے لینے کا زیادہ حقدار ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نزول کا جو بنیادی مقصد بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اپنے فہم کے ذریعے،عقل کے ذریعے اس کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں ۔ اس کتاب کو وہ اپنے لئے ایک عملی Guide line بنائیں ۔تاکہ وہ اس کے ذریعے کامیاب ہوسکیں ۔لیکن ہمارا معاملہ بالکل الٹ ہے۔اس آیت میں قرآن کی تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ **لو لا فُصِّلَتْ آیٰتُه'** یعنی یہ کتاب بیان کرنے والی۔کھول کر بیان کرنے والی کتاب ہے۔

یعنی تمام امور خواہ دنیاوی معاملات ہوں یا دینی اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں کھول کر بیان کر دیئے ہیں۔ ہمارے دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلقات، دنیا کے ساتھ تعلقات ہمارے پوری International Community کے ساتھ تعلقات کیسے ہونے چاہیں۔قرآن مجید ان سب کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص ایک فرد کو اپنی زندگی کیسے گزارنی چاہیے۔وہ بھی قرآن مجید کھول کر بیان کرتا ہے۔

اور پھر دوسری چیز:''وہ لوگ جو ایمان لائے یہ ان کے لئے ہدایت ہے''۔ اور قرآن کے بالکل شروع میں اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے کہ''یہ متقی لوگوں کے لئے ہدایت ہے''۔یہ رہنمائی ہے اور جو لوگ اس رہنمائی پر عمل کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہو کے اس سے فائدہ اٹھائیں گے خواہ وہ کوئی بھی قوم ہو وہ کامیابی حاصل کرے گی۔اگر اس قرآن مجید کی عملی صورت کو غیر مسلم اپنا لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر وہ کامیابیوں کے دروازے کھول دے گا۔کیونکہ صرف Lip service زبانی جمع خرچ سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔اگر غیر مسلموں نے اس تعلیم کو اپنا کر اپنے آپ کو کامیابی کے راستے پر ڈال دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

اگر ہم نے قرآن مجید کی اس ہدایت کو نہ اپناتے ہوئے اور اس کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہماری طرف نہیں آسکتی۔ اور آگے یہ کہا کہ یہ کتاب شفا ہے یعنی اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے بیماریوں کا علاج رکھا ہے۔اور پھر اسی آیت میں ان ہی تین چیزوں کے بالمقابل تین دوسری چیزیں بیان کیں۔وہ کیا ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''ان کے کانوں میں بوجھ ہے''یعنی ایک طرف یہ کہ قرآن آیات کھول کر بیان کرتا ہے **فصلت** یعنی اس کے اندر تمام تفصیل ہے۔لیکن جو لوگ نہیں سمجھنا چاہتے''ان کے کانوں میں بوجھ ہے''وہ ان آیات کو سمجھنا نہیں چاہتے وہ ان کو دیکھنا نہیں چاہتے ان کو پڑھنا نہیں چاہتے اور عملی طور پر اس کو اپنی زندگیوں میں داخل نہیں کرتے۔

دوسرا یہ کہ''وہ ان پر نابینائی ہے۔''یعنی بجائے اس کے کہ وہ اس قرآن سے روشنی حاصل کرتے اس سے شفا حاصل کرتے وہ اس سے اندھے ہوگئے۔اور

انہوں نے اس کو ایسے ہی پڑھا جیسے عام طور پر کسی کتاب کو پڑھا جاتا ہے۔ جس کے نہ ان کو معانی آتے ہیں اور نہ اس کے مفہوم کو سمجھتے ہیں۔ یہ ان کے لئے نابینائی کے برابر ہے۔

تیسرا یہ کہ وہ ''دور کے مکان سے پکارے جاتے ہیں۔'' یعنی قرآن مجید ان کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ قرآن ان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اس کو پڑھتے بھی ہیں لیکن ان کے لئے اس کی حالت ایسی ہے جیسے آپ ایک دور کے مکان سے کسی شخص کو پکاریں اور اس کو کچھ سمجھ نہ آئے۔ یعنی جیسے کہا جاتا ہے۔ **تمثیل لھم فی عدم فھمھم و اغفا عھم بما دعو الہ۔** ان کے عدم فہم کی وجہ سے وہ اس کو سمجھ نہیں سکتے۔ جس چیز کی طرف ان کو پکارا جاتا ہے وہ اس چیز سے مکمل طور پر پردے میں ہیں۔ وہ انہیں سمجھ نہیں آتا۔ یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ شفا ہے لیکن وہ اس کو ایسے سمجھتے ہیں جیسے ایک دور کی چیز ہے۔ وہ چیز جس کو وہ سن نہیں سکتے باوجود یکہ وہ سن رہے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا رمضان المبارک میں تمام مساجد میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ یہاں بھی ختم قرآن ہوا، پورے عالم اسلام میں قرآن پڑھا جاتا ہے لیکن جب تک ہم اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ اس کے مفہوم کو Understand نہیں کریں گے تو پھر یہ ایسے ہی ہے جیسے ہم نے ایک دور کے مکان سے اس کو سنا اور سننے کے بعد اگلے سال تک اس کو چھوڑ دیا۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن مجید شفا ہے۔ کس کے لئے۔ ایک قوم کے مسائل کے لئے اور ایک انسان کے دل میں جو بیماریاں ہیں ان کے لئے۔ قوم اور فرد دونوں کے لئے یہ شفاء ہے خواہ جسمانی بیماریاں ہو یا روحانی بیماریاں۔ دونوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس میں شفا رکھی ہے۔ ہر طرح کے قوانین اس میں بیان کیے ہیں۔ لیکن یہ لوگوں کو کیوں نہیں شفا بخشتا۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ آج ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک ڈاکٹر نسخہ آپ کو لکھ کر دیتا ہے اور وہ آپ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں تو پاس رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا یا آپ کو نسخہ لکھ دیتا ہے آپ اس کو پڑھ لیتے ہیں آپ کے پڑھنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا یا یہ کہ آپ جاتے ہیں اور وہ نسخہ خرید لیتے ہیں اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا یا یہ کہ آپ وہ نسخہ لے کر اپنے گھر میں لا کر رکھ دیتے ہیں تو اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جب تک کہ ان ہدایات کے مطابق جو ڈاکٹر نے دیں وہ اس دوائی کو استعمال نہ کرے۔ یعنی جب تک آپ ڈاکٹر کی ہدایات کو Follow نہیں کرتے آپ کو وہ نسخہ فائدہ نہیں دے سکتا۔ وہ بیماری کا علاج نہیں کر سکتا۔ جب آپ دوائی سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے اور اس دوائی کے اندر بیماری کے خلاف جو مدافعت ہے وہ آپ کے جسم میں نہ چلی جائے تو اس وقت تک آپ اس سے شفایاب نہیں ہوں گے۔ یہی معاملہ بالکل قرآن مجید کا ہے۔ جب تک آپ اس قرآن کو اپنے دلوں میں نہیں ڈال لیں گے۔ جب تک آپ اس کا فہم حاصل نہیں کر لیں گے۔ جب تک آپ اپنی عملی زندگی اس کے مطابق نہیں گزاریں گے تو اس وقت تک آپ اس قرآن مجید سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس لیے قرآن مجید میں آتا ہے:

ترجمہ: ''میری قوم نے اس قرآن کو ایک چھوڑی ہوئی چیز دھتکاری ہوئی چیز بنا دیا ہے''۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کہیں ہم نے ایسا تو نہیں کیا!

عطاالحق قاسمی صاحب جو بڑے مشہور مصنف ہیں اسی کے متعلق انہوں نے ایک بہت عمدہ مضمون جنگ اخبار میں لکھا ہے اس میں سے کچھ اقتباسات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور جو میں نے کچھ دن پہلے ایک خطبہ دیا تھا تقریباً اسی موضوع پر انہوں نے یہ کالم لکھا ہے بلکہ میں ان کا شکر گزار ہوں کہ میرے خیالات کو انہوں نے اپنے کالم میں تحریر کر کے لاکھوں انسانوں تک پہنچا دیا ہے۔
بڑے خوبصورت انداز میں لکھتے ہیں۔

''دنیاداری'' کے علاوہ ہماری ''دینداری'' میں بھی ظاہر داری غالب آ گئی ہے، ہم سب ''عاشق رسولؐ'' ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن بازار میں دودھ خریدنے کے لئے نکلیں تو ایک پاؤ دودھ بھی خالص نہیں ملتا، یہی حال دیگر اشیائے خوردونوش کا ہے، ملاوٹ والی خوراک کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل گونا گوں عوارض کا شکار ہو رہی ہے، مگر اس نوع کے معاشرتی جرائم میں ملوث سب لوگوں کو یقین ہے کہ وہ بخشے جائیں گے کیونکہ وہ 'کلمہ گو مسلمان' ہیں۔
حالانکہ بقول شاعر:

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

اچھا مسلمان ہونے کی اولین شرط یہ ہے کہ آپ اچھے انسان بھی ہوں، انسانوں کے ساتھ دشمنی کرنے والا اچھا مسلمان کیسے ہوسکتا ہے لیکن مال حرام جمع کرنے والوں کی جسارت کا یہ عالم ہے کہ ان میں سے کئی ایک نے تو اپنی ''حرام گاہوں'' پر یہ شعر بھی ایک تختی پر لکھا ہوتا ہے:

یہ سب تمہارا کرم ہے آقاؐ

کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

آنحضورؐ کی شان میں اس سے زیادہ گستاخی اور کیا ہوسکتی ہے، میرے نزدیک یہ کھلی توہین رسالتؐ ہے لیکن ہم گستاخانہ خاکوں کے خلاف تو جلوس نکالتے ہیں لیکن ہمارے ہاتھ ان لوگوں کے گریبانوں تک کبھی نہیں پہنچے جو چائے کی پتی میں لکڑی کا برادہ اور دودھ میں جوہڑ کا پانی ملاتے ہیں۔۔۔۔۔ پھر آگے لکھتے ہیں:

گستاخی کا یہ سلسلہ یہیں تک محدود نہیں ہے بلکہ اپنا ''کھانا پینا'' ہضم کرنے کے لئے متذکرہ طبقے کے لوگ جب حج یا عمرہ کرکے واپس آتے ہیں تو مبارکباد دینے والوں کے ہجوم میں پکا سامنہ بنا کر کہہ رہے ہوتے ہیں ''ہمیں یہ سعادت کہاں حاصل ہونا تھی، بس ان کا بلاوا آیا اور ہم چلے گئے!'' بلاوا کو پنجابی میں سدّا دینا کہتے ہیں اور ''سدّا بدنام لوگوں کو نہیں دیا جاتا چہ جائیکہ دربار رسالتؐ سے ان لوگوں کو بلاوا سدّا آئے جنہوں نے رسالت مآبؐ کے امتیوں کی زندگیاں عذاب بنائی ہوئی ہیں۔۔۔۔۔ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

آٹا، چینی، چاول اور دیگر اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کرکے کروڑوں اربوں کمانے والے (نعوذ باللہ) حضورؐ کے بلاوے پر عمرے اور حج کے لئے جاتے ہیں، مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ میں مجرموں کے کئی گینگ پہنچے ہوتے ہیں جو حج اور عمرے کے دوران سنگین وارداتیں کرتے ہیں، انہیں وہاں کون بلاتا ہے۔۔۔۔ مزید لکھتے ہیں کہ:

یاد رکھیں سچے عاشقان رسولؐ کو جب روضہ رسولؐ پر حاضری کی سعادت نصیب ہوتی ہے، اسے ہم ان کے جذبہ صادق کے پس منظر میں بلاوا قرار دے سکتے ہیں لیکن جو لوگ دشمن انسانیت ہیں، اپنے عمل سے دشمن اسلام ہیں اور حضورؐ کے امتیوں کی زندگیوں میں زہر گھولے ہوئے ہیں، انہیں حضورؐ کی طرف سے بلاوا نہیں آتا بلکہ یہ دربار رسالتؐ میں ان کی ''پیشی'' ہوتی ہے، سو ہمیں بلاوے اور پیشی کے فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

یہ انسانیت کے قاتل ہیں، مسلمانوں کے قاتل ہیں، پاکستانیوں کے قاتل ہیں، اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو حقوق اللہ میں کوتاہی معاف کرسکتا ہے لیکن وہ حقوق العباد کی پائمالی کبھی برداشت نہیں کرتا۔ اس کی معافی کا اختیار اللہ تعالیٰ نے صرف انہی لوگوں کو دیا ہے جن کے حقوق پامال کئے گئے ہوں۔ آپ چاہیں تو اس کی تصدیق کسی بھی ملک کے عالم دین سے کرسکتے ہیں۔'' اسی طرح یہ لمبا چوڑا مضمون ہے میں سارا نہیں پڑھتا۔

ہماری عملی حالت جس کو قرآن مجید بدلنا چاہتا ہے۔ یہی ہے جو مصنف نے یہاں بیان کی ہے۔ کونسی ایسی برائی۔ کونسی ایسی کمزوری، کونسی خرابی ہمارے معاشرے میں موجود نہیں ہے جو قرآن مجید ختم نہیں کرنا چاہتا۔ پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عذاب کیوں بھیجا۔ اللہ نے آزمائش کیوں ڈالی۔ کیونکہ ہم نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا۔ وہ چیز جو شفا تھی اس شفا سے ہم نے فائدہ اٹھانے کے بجائے اسے اپنے لئے ایک نقصان کا باعث بنالیا۔

اس تصور کو حضرت مرزا صاحب سو سال پہلے اس طرح بیان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''سنو! مجھے دکھایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قہری نشان نازل ہوں گے زلزلے آئیں گے اور طاعون کی موتیں ہوں گی۔ اس لئے میں اس سے پہلے کہ خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہو تمہیں اور ہر سننے والے کو متنبہ اور آگاہ کرتا ہوں کہ توبہ کرو۔ ہر شخص جو عذاب سے پہلے توبہ کرتا ہے اور اپنی اصلاح کے لئے تبدیلی کرلیتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے رحم کا امیدوار ہوسکتا ہے لیکن جب عذاب نازل ہو گیا پھر توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ اس وقت جو امن کی حالت ہے توبہ کرو اور اصلاح کے لئے قدم بڑھاؤ۔ میری باتوں کو اس طرح مت سنو۔ جس طرح پر لڑکے کہانیاں سنا کرتے ہیں۔ اٹھو اور تبدیلیاں کرو۔

جب مصیبت آگئی پھر خواہ کوئی ہزار کہے کہ دعا کرو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ

عذاب تو آ چکا۔ ہاں اب وقت ہے۔ تبدیلی اور اصلاح کس طرح ہو؟ اس کا جواب وہی ہے کہ نماز سے جو اصل دعا ہے۔ قرآن شریف پر تدبر کرو اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکے برکات اور ثمرات تازہ بہ تازہ ملتے ہیں۔ انجیل میں مذہب کو کامل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ اس کی تعلیم اس زمانہ کے حسب حال ہو تو ہو۔ لیکن وہ ہمیشہ اور ہر حالت کے موافق ہرگز نہیں۔ یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے۔ اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔

پھر تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلّی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے۔ انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جائے۔

ایسا ہی حج بھی ہے۔ حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے۔ سمجھنا چاہیے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جائے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پروا ہو نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو۔ جیسے عاشق اور محبّ اپنے محبوب پر جان قربان تیار کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے۔''

حضرت مرزا صاحب یہ باور کراتے ہیں کہ جب عذاب نازل ہو گیا تو توبہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ آپ اپنی عملی حالت کی اصلاح کر لیں اور توبہ کر لیں وگرنہ جب عذاب نازل ہو گیا پھر کچھ کام نہ آئے گا۔

اس وقت جو امن کی حالت ہے توبہ کرو اور اصلاح کے لئے قدم بڑھاؤ۔ میری باتوں کو اس طرح مت سنو۔ جس طرح لڑکے کہانیاں سنا کرتے ہیں۔ آپؑ نے ایک صدی قبل کہا کہ اس طرح میری باتوں کو مت سنو۔ جس طرح لڑکے کہانیاں سنا کرتے ہیں اور بھلا دیتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب جس چیز پر زور دیتے ہیں وہ ہے قرآن شریف پر تدبر۔ یعنی قرآن مجید میں تدبر کرنا ہے صرف پڑھنا نہیں ہے۔ صرف طوطے کی طرح اس کو رٹنے کی بات نہیں ہے۔ قرآن شریف پر غور کرو۔ اس میں سب کچھ ہے۔ یعنی اپنے آپ کو قرآن کے ماتحت لانے کی کوششیں کریں اپنے اعمال کو اس کے ماتحت لانے کی کوشش کریں۔

اسی طرح سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ مثال دے کر بیان کرتا ہے:

ترجمہ ''اور جو کافر ہیں ان کے عمل چٹیل میدان میں چمکتی ریت کی طرح ہیں، جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے سو وہ اس کا حساب اُسے پُورا پُورا دے دیتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے (سورۃ 24 آیت 39)

یعنی بحیثیت قوم مسلمانوں کے اعمال بالکل سراب کے سے ہیں۔ دعا کریں کہ ہم نے رمضان میں جو عبادات کی ہیں یہ نہ ہو کہ وہ بھی ہمارے لئے ان کو سراب کی طرح کر دے۔ اس ریت کی طرح جو دور سے چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن جب آپ اسکے پاس جاتے ہیں تو کچھ نہیں ہوتا۔ ہمارے اعمال اس سراب کے

سے ہیں جو دھوکہ دیتے ہیں۔ جب تک آپ کے اعمال درست نہیں ہو جاتے محض روضۂ رسولؐ پر حاضری دینا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اور حضرت مرزا صاحب ان سارے اعمال کی بنیاد تقویٰ کو کہتے ہیں۔

اسی طرح رمضان کا یہ مہینہ ختم ہو گیا۔ اور آج آخری روزہ ہے۔ مگر یہ روزہ End نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ آج سے ہم نے وہ سارے نیکی کے کام چھوڑ دینے ہیں یہ نہیں ہے کہ آج سے نمازیں ختم ہو جائیں گی۔ یہ نہیں ہے کہ جو عبادات کا سلسلہ تھا وہ ختم ہو گیا۔ یہی ہمارے ہاں نقصان ہے کہ ہم عبادت بھی صرف رسم کے طور پر کرتے ہیں۔ آج آپ دیکھیں گے مساجد آدھی خالی ہو جائیں گی جب عید کی نماز پڑھی جائے گی۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں: صرف رسم کے طور پر نہ لگے رہیں۔ آپ دیکھیں کہ ہمارے یہاں کیا ہوتا ہے رسمی طور پر ہم ساری عبادات کر رہے ہوتے ہیں۔ حج بھی اسی طرح رسمی طور پر اور روزہ بھی وہی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ ''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور کنارہ کش ہو جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا میں لگ جاتا ہے۔'' (سورۃ 41 آیت نمبر 51)

یعنی اللہ تعالیٰ کہتا ہے پھر اس وقت دعا کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس وقت دعا کا دروازہ، توبہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ مجرموں کے لئے پھر اللہ تعالیٰ سزا نازل کرتا ہے۔ آج قرآن مجید کو ایک شخص نے جلانے کی ناپاک جسارت کی۔ ہم سب لوگوں کے جذبات مجروح ہوئے۔ لیکن اسی قرآن نے ہمیں پوری زندگی اپنی طرف پکارا۔ لیکن ہماری حالت الا ماشا اللہ چند معدودے باقی سب لوگوں کی وہی ہے جو ہمارے سامنے ہیں۔ اسی لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اس قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز بنا لیا۔'' ہماری تمام تر ترقی اور ہماری تمام تر دنیا میں کامیابی کا راز ہے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے میں اور اس پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ مسلمان کبھی ترقی نہیں کر سکتے اور کبھی وہ اس گری ہوئی حالت سے اپنے آپ کو نہیں اٹھا سکتے جب تک وہ قرآن کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔ اور یہ صرف اور صرف قرآن مجید ہی ہے جو ترقی اور کامیابی کا باعث بن سکتا ہے۔

ہم سب کو اس کی طرف توجہ کرنی ہوگی کہ ہم قرآن مجید کی طرف واپس آئیں اور اس کی تعلیمات کو اپنائیں اور اس کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے اور اس پر عمل کرتے ہوئے دوسرے لوگوں کو یہ قرآن اس انداز میں پیش کریں کہ بجائے جلانے کے لوگ اس قرآن کو شفا سمجھنا شروع ہو جائیں اور لوگ اس کو اپنے لئے علاج تصور کریں۔ لیکن اس علاج کو جب تک ہم نے اپنے اوپر ٹیسٹ نہ کیا تو پھر باقی قوموں کے لئے اس کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔ کیونکہ ہم نے خود اس کے بے حیثیت کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رمضان المبارک میں جتنا بھی ہم نے قرآن مجید پڑھا اس کو ہمیں سمجھنے کی بھی توفیق دے۔ رمضان کے بعد اس کو بند نہ کریں۔ بلکہ رمضان میں اس کا آغاز کرتے ہوئے ہم اپنی زندگیوں میں قرآن مجید کی تعلیم کو اپنائیں اور اس پر عمل پیرا ہوں تا کہ دنیا میں ایک سرخرو قوم کی حیثیت سے زندہ رہ سکیں۔

یاد رکھیں ہماری جماعت پر زیادہ بڑا بوجھ ہے اس جماعت پر بڑا بوجھ اس لئے ہے کہ اس کی بنیاد قرآن پر رکھی گئی ہے اگر ہم نے اس بنیاد کو چھوڑ دیا اور اس پر عمل پیرا خود نہ ہوئے تو پھر دنیا میں وہی حالت جو باقی مسلمانوں کی ہے وہی ہماری بھی ہوگی۔ خدا تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں رکھتا۔ وہ اس معاملہ میں بے نیاز ہے۔ ہمیں بھی اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ اس پر غور کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆

بحوالہ یادِ رفتگان

بیگم رضیہ فاروقی مرحومہ

(از: محترمہ بیگم بریگیڈئر (ر) محمد سعید)

20 ستمبر۔ اس تاریخ کے ساتھ احباب و خواتین جماعت کی بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ اُس دن 1999ء کو ایک بہت ہی بزرگ اور شفیق ہستی بیگم رضیہ فاروقی اعلیٰ اللہ درجاتہا ہم سے جدا ہو گئیں۔ ''بے شک ہم سب اللہ کیلئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اللہ کی قدرت دیکھئے کہ آپ 20 ستمبر 1909ء کو ہی پیدا ہوئیں اور اسی تاریخ کو فوت ہوئیں۔ آپ ڈاکٹر بشارت احمدؒ کی چوتھی بیٹی تھیں اور بہت ہی چہیتی تھیں۔ ان کو اپنے والد کی شفقت بھری تربیت کا سب سے زیادہ حصہ ملا۔ اس زمانے میں بچیوں کی تعلیم و تربیت زیادہ تر گھروں میں ہی ہوتی تھی۔ اُردو اور انگریزی نثر و نظم سے انہیں خاص شغف تھا۔ ماں باپ سے دلچسپ طرزِ بیان ورثہ میں ملا یہی سبب ہے کہ آپ کی تحریر میں بلا کا اثر ہے۔ خواتین کے رسالوں میں مضامین لکھتیں جو بہت پسند کئے جاتے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے کئی ممالک میں جانے کے مواقع عنایت فرمائے وہاں آپ نے جو بھی دیکھا اور محسوس کیا اپنے مضامین میں بہت خوبصورتی سے بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو خانہ کعبہ کی زیارت کا بھی موقعہ عطا فرمایا۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے دیار میں آپ نے اپنے جذبات کا نقشہ خود اپنے مضمون میں کھینچا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے۔

آپ کو دین سے لگاؤ ورثہ میں ملا۔ نمازوں اور خاص طور پر تہجد کی باقاعدگی تو ان کی زندگی کا حصہ تھا۔ سونے سے پہلے کلمہ شہادت اور حضرت سلیمانؑ کی دعا: ترجمہ ''اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ تیری نعمت کا شکر ادا کروں۔'' ہمیشہ پڑھتیں۔ جب آپ انگلستان میں تھیں تو گھنٹوں سفر اور کئی گاڑیاں بدل کر جمعہ یا عید کی نماز یا میٹنگ میں شمولیت کیلئے پہنچتیں۔

لندن میں جماعت کے مرکز کے قیام اور ترقی کیلئے آپ نے بہت کام کیا۔ ملک میں یا ملک سے باہر ساری عمر سالانہ جلسہ میں باقاعدگی سے پہنچنے کی کوشش کرتی تھیں۔ ان کی تقریر نظم و نثر کا خوبصورت امتزاج ہوتی تھی کہ سننے والے عش عش کر اُٹھتے تھے۔

باذوق، خوش وضع اور خوش پوش خاتون تھیں۔ لباس خوب سنوار کر بڑے ڈھنگ سے پہنتیں اور جو بھی پہنتیں، شلوار قمیض ہو، ساڑھی یا غرارہ بہت ہی سجتا۔ آپ کہا کرتی تھیں کہ یہ میرے والد کی دعا ہے۔ آپ ابھی 13 یا 14 سال کی تھیں کہ جماعت میں ایک جگہ رشتہ طے ہو گیا۔ آپ کے والد حضرت ڈاکٹر بشارت احمدؒ اپنی قلیل آمدنی میں سے کچھ رقم لے کر لاہور گئے کہ اُن کے لئے سادہ سا جہیز خرید لائیں۔ اس زمانے میں خواتین کم ہی بازار جاتی تھیں۔ لاہور پہنچے تو برلن مسجد یا کسی اور دینی مقصد کیلئے ایک خطیر رقم کی ضرورت تھی۔ اپیل ہوئی تو تمام رقم اس مد میں دے دی اور خالی ہاتھ گھر لوٹ آئے۔ گھر پہنچے تو خواتین بے تابی سے انتظار میں تھیں کہ جہیز کی چیزیں دیکھیں پتہ چلا کہ رقم چندے میں دے دی گئی۔ لڑکیوں کو مایوسی ہوئی۔ وہ خود بتاتی تھیں کہ اُن کے والد نے اُن سے کہا کہ بیٹی تمہیں انشاء اللہ کپڑوں کی کمی کبھی نہ ہو گی۔

غریبوں کی ہمدردی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ کسی کو بھی مالی یا اخلاقی مدد کی ضرورت ہوتی تو بڑھ چڑھ کر کرتیں۔ میرے جاننے والوں میں ان کا واحد گھر تھا جہاں وہ عورتیں جو ان کے گھر کشیدہ کاری کا کام وغیرہ کرنے آتی تھیں ان کے ساتھ بیٹھ کر میز پر کھانا کھاتیں۔ وہ اُن سے آپ آپ کر کے بات کرتیں۔ رضیہ خالہ کا گھر خاندان کا محور تھا۔ رشتہ دار آتے جاتے دن ہو یا رات ان کو ملنے ضرور آتے جتنا وقت ملتا ان کے پاس ٹھہرتے بلالحاظ عمر سب کو ان سے عقیدت تھی۔ اُن کی گفتگو اس قدر دلچسپ ہوتی تھی کہ جوان ہوں یا عمر رسیدہ ان کی معیت میں بہت خوش ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت آزمائشوں سے بھی گذارا۔ چھوٹے سے ایک سال کے بچے کے ساتھ وہ سخت نامساعد حالات میں تن تنہا کئی سال لاہور ڈیوس روڈ پر ایک بڑی پرانی کوٹھی میں رہیں۔ جس دلیری اور صبر سے انہوں نے وہ وقت گزارا قابلِ رشک ہے۔ ان کی غیرت یہ گوارہ نہ کرتی تھی کہ وہ کسی کا احسان لیں یا کسی کے در پر جا کر رہیں۔ اس لئے خود ہی اپنے مسائل حل کرتی رہیں۔

اللہ کے فضل و کرم سے ان کی محنت رنگ لائی اور ان کا اکلوتا بیٹا راس محمود انگلستان میں آباد ہے اور جماعت کے معاملات میں گہری دلچسپی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی اور ہمیں بھی توفیق دے ان کی خواہشات کے مطابق دین کی خدمت بجالاتے رہیں۔ آپ کی وفات انگلستان میں 20 ستمبر 1999ء کو ہوئی اور آپ کی وصیت کے مطابق دارالسلام کے قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا۔

اظہارِ تشکّر

میں تمام احباب جماعت خصوصاً حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور اہلیانِ دارالسلام کی تہہ دِل سے مشکور ہوں۔ جنہوں نے ارشد علوی کے آپریشن اور بیماری کے دوران اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور سب کی دعاؤں کے طفیل وہ ہسپتال سے کامیاب سرجری کے بعد گھر واپس آ گئے ہیں۔

اُنہیں مکمل صحت یابی کے لئے آپ کی مزید دعاؤں کی ضرورت ہے۔ میں ایک مرتبہ پھر آپ سب کے تعاون، خلوص اور دعاؤں کی شکر گذار ہوں۔

طالبِ دعا

بشریٰ علوی

میں تمام احباب جماعت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور اہلیانِ دارالسلام، جماعت احمدیہ لاہور پاکستان و بیرون ممالک کی تمام جماعتوں کا تہہ دِل سے مشکور ہوں۔ جنہوں نے میرے آپریشن اور بیماری کے دوران اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور سب کی دعاؤں کے طفیل اب میں ہسپتال سے کامیاب سرجری کے بعد گھر واپس لوٹ آیا ہوں۔

مکمل صحت یابی کے لئے آپ کی مزید دعاؤں کی ضرورت ہے۔ میں ایک مرتبہ پھر آپ سب کے تعاون، خلوص اور دعاؤں کا شکر گذار ہوں۔

طالبِ دعا

محبوب رضا

سیکرٹری، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، فجی

از: شمس الرحمٰن

انیس الرحمٰن مرحوم کارکن انجمن کے مختصر حالات زندگی

آپ 1928ء کو انڈیا کے شہر سامانہ ریاست پٹیالیہ میں پیدا ہوئے۔ 1947ء میں پاکستان آگئے اور 1949ء میں لاہور احمدیہ بلڈنگ میں قیام پذیر ہوئے اور بطور معاون احمدیہ انجمن لاہور میں ملازمت اختیار کی۔ اپنی ڈیوٹی دارالکتب میں انجام دینا شروع کی اور 56 سال تک دارالکتب میں ہی کام کرتے رہے۔ آپ نے تعلیم بالکل حاصل نہیں کی تھی اس لئے آپ اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتے تھے۔ لیکن یہ خداداد صلاحیت تھی کہ آپ ہر کتاب پڑھ لیتے تھے۔ پیغام صلح اخبار باقاعدہ پڑھتے تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت بھی خوش الحانی سے کرتے تھے۔

دارالکتب میں جتنی کتابیں تھیں ان کے نام انہیں زبانی یاد تھے نہ صرف اردو بلکہ انگریزی کتابوں کے نام بھی پڑھ لیتے تھے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات زبانی یاد تھیں اور ان کا ترجمہ بھی جانتے تھے اور ہر ملنے والے کو آیات سنا کر ان کا ترجمہ بھی سناتے تھے۔ احمدیت کے شیدائی تھے اور درثمین کے بہت سے اشعار زبانی یاد تھے اور گھر میں اکثر حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پڑھتے رہتے تھے۔ پیغام صلح میں مولانا مرتضٰی حسن خان صاحب کی ایک نظم فارسی میں شائع ہوئی۔ جس کا پہلا شعر اس طرح تھا:

الٰہی بَر مَنِ مِسکیں نظر کُن
کرم کُن چارائے دردِ جگر کُن

یہ نظم آپ کو مکمل یاد تھی۔ ہر مشکل کے وقت اس نظم کو پڑھتے رہتے تھے۔ انجمن کے دو اخبار لائٹ اور پیغام صلح شائع ہوتے تھے۔ اس وقت لائٹ اخبار کے ایڈیٹر مولانا یعقوب خان صاحب تھے ان کی رہائش گاہ ماڈل ٹاؤن میں تھی۔ انیس الرحمٰن صاحب لائٹ اخبار کا مسودہ پروف ریڈنگ کیلئے مولانا صاحب کو دینے روزانہ احمدیہ بلڈنگس سے ماڈل ٹاؤن تک سائیکل پر جاتے اور اگلے دن مسودہ واپس لینے بھی یہی سفر اختیار کرتے تھے۔ مولانا یعقوب خان کے بعد محمد حسین صاحب بی۔ کام لائٹ اخبار کے ایڈیٹر مقرر ہوئے جن کی رہائش گاہ سمن آباد میں تھی۔ پھر لائٹ اخبار پروف ریڈنگ کیلئے روزانہ سائیکل پر جناب محمد حسین مرحوم کے گھر سمن آباد دینے جاتے اور دوسرے دن پروف لینے کے لئے سائیکل پر سمن آباد آتے۔ اخبار پیغام صلح کے ایڈیٹر مرتضٰی حسن خان صاحب مقرر ہوئے۔ خان صاحب مسلم ٹاؤن میں رہائش پذیر تھے۔ پیغام صلح کے پروف خان صاحب کے گھر دینے جاتے اور دوسرے دن پروف لینے سائیکل پر مسلم ٹاؤن آتے۔ اگر راستے میں کوئی بزرگ یا محتاج شخص مل جاتا تو سائیکل سے اتر کر پوچھتے کہ بزرگو آپ نے کہاں جانا ہے۔ ان کے بتانے پر اپنی سائیکل پر بٹھا لیتے اور ان کو ان کی منزل پر پہنچا کر پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے۔ انجمن کے کام کے علاوہ اگر کسی نے اپنا ذاتی کام بھی کروانا ہوتا تو کبھی کسی کو جواب نہیں دیا اور نہ ہی کوئی بہانہ تلاش کیا۔ بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے جو ملا کھا لیا اور جو پہننے کو ملا وہ پہن لیا کبھی کسی چیز کی خواہش نہیں کی ساری زندگی رمضان شریف کے روزے رکھتے رہے اور بیماری میں بھی کبھی کوئی روزہ نہیں چھوڑا۔ مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے۔

مہمان کے آنے پر بہت خوشی کا اظہار کرتے اور ہر طرح سے مہمان کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔ آخری وقت میں تقریباً دو سال لائبریری میں کام کیا۔ آخری دن دفتر کے احاطہ میں ڈاکٹر عبدالوحید صاحب کے ساتھ باتیں کرتے کرتے زمین پر گر گئے اور بے ہوش ہو گئے انہیں ہسپتال لے جایا گیا۔ ڈاکٹروں کی کوشش کے باوجود آپ ہوش میں نہ آسکے اور خدا کی طرف سے بلاوا آنے پر 26 ستمبر 2005ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ''بے شک ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 77 سال تھی۔ خدا آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے اور اپنے فضل و کرم سے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین۔

حضرت امیر ایدہ اللہ اور مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ کی سرینام دورے کی تصویری جھلکیاں

سرینام مسجد پارامار یبو میں حضرت امیر ایدہ اللہ خطبہ جمعہ دیتے ہوئے

سرینام مسجد میں حضرت امیر ایدہ اللہ روزانہ کے معمول میں شامل فجر کی نماز کے بعد درس قرآن کریم دیتے ہوئے
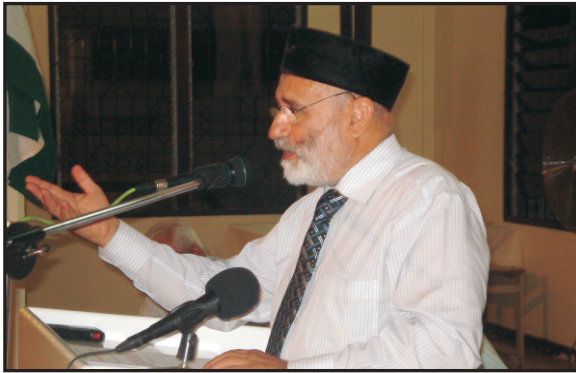
SIV کے کلچرل سینٹر کی خصوصی تقریب میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ کی شمولیت کے مختلف مناظر

سرینام (میر سورخ) میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ کی ایک جلسہ میں شمولیت کی مختلف جھلکیاں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی سرینام میں انڈیا کے سفیر سے ملاقات

حضرت امیر ایدہ اللہ کی سرینام میں امریکی سفیر کے ساتھ
ملاقات کا ایک منظر

مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ کی سرینام کی تنظیم خواتین کے ساتھ ملاقات

حضرت امیر ایدہ اللہ SIV کے سابقہ صدر (حاجی عبدل)
اور موجودہ صدر (ڈاکٹر رابرٹ پپٹ) کے ساتھ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ SIV سینٹر کے سنگ بنیاد
کے ساتھ جو حضرت امیر مرحوم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے رکھا تھا

حضرت امیر ایدہ اللہ جماعت العلماء کے ساتھ

SIV کے بورڈ ممبران کی ایک میٹنگ کا منظر

حضرت امیر ایدہ اللہ مسٹر عبدل کوان کی طویل خدمات کے اعزاز میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے

حضرت امیر ایدہ اللہ رشید پیر خان مرحوم کی تعزیت کے موقع پر ان کی اہلیہ، بیٹے اور پوتے کے ساتھ

مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ SIV کے ماتحت چلنے والے یتیم خانہ میں بچوں کے ساتھ

حضرت امیر ایدہ اللہ کو SIV کی طرف سے اعلیٰ ترین اعزاز (ستارہ احمدیت) سے نوازا گیا

مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ کو اعلیٰ ترین اعزاز (ستارہ احمدیت) سے نوازا گیا

حضرت امیر ایدہ اللہ اور مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ (نمائندہ سینٹرل انجمن) کی گیانا جماعت کے دورے کی تصویری جھلکیاں

گیانا مسجد جارج ٹاؤن میں حضرت امیر ایدہ اللہ خطاب فرما رہے ہیں

گیانا مسجد جارج ٹاؤن میں بیعت کا ایک منظر

حضرت امیر ایدہ اللہ اور مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ عالم شاہ صاحب (صدر گیانا جماعت) اور مولانا آزاد خان اسماعیل کے خاندان کے ساتھ

گیانا (بربیس) مسجد میں منعقدہ جلسے میں موجود شرکاء کا منظر

حضرت امیر ایدہ اللہ گیانا میں موجود اطفال الاحمدیہ کے ساتھ

گیانا (بربیس) میں حضرت امیر ایدہ اللہ بیعت لیتے ہوئے

جامع دارالسلام لاہور میں عیدالفطر کی تصویری جھلکیاں

پیغام احمدیت

قسط 2
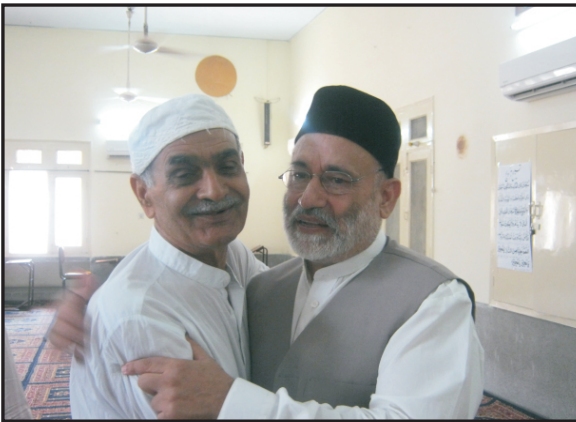
غیراحمدی معترضین کے اعتراضات کے جوابات

خرابی صحت: فصل پہلی ص116 خلاصہ اعتراض:

ارشاد حضرت مرزا صاحب: عرصہ تین چار ماہ سے میری طبیعت نہایت ضعیف ہے۔ایک سطر بھی لکھوں یا فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے اور دل ڈوبنے لگتا ہے خطرناک حالت ہے گویا مسلوب القویٰ ہوں اور آخری وقت ہے ایسا ہی میری بیوی دائم المرض ہے ۔(منقول از اخبار بدر جلد نمبر2 نمبر21 منقول از آئینہ احمدیت مولفہ مولانا دوست محمد صاحب ص86)

یہ 1906ء کا واقعہ ہے جب حضرت مرزا صاحب اپنی زندگی کی آخری منزلیں طے فرما رہے تھے ۔ اور آپ کو اپنی وفات کے قریب ہونے کی مسلسل اطلاعات مل چکی تھیں۔

20 دسمبر 1905ء میں آپ نے الوصیت تحریر فرمائی۔ فرماتے ہیں:

''خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارے میں اس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔''

اس لئے جب آپ پر کسی بیماری کا غلبہ ہوتا تو آپ خالق حقیق سے ملنے کے لئے تیار ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ جب تک اپنے ناچیز بندوں سے کام لینا چاہتا ہے انہیں اس کی ہمت و استقلال بھی عطا فرماتا ہے ۔ یا تو یہ حالت تھی کہ حضرت صاحب ایک سطر بھی لکھنے سے لاچار تھے یا بعد میں خدا نے توفیق عطا فرمائی تھی تو اس کے بعد حقیقۃ الوحی اور چشمہ معرفت جیسی ضخیم کتابیں تحریر فرمائیں ۔ دوسرے کتابچے اشتہارات اور خطوط ان کے علاوہ ہیں وعظ اور لیکچروں کا سلسلہ تو اپنی وفات سے ایک دو روز قبل تک جاری رہا۔ صبح سے شام تک لوگ ملنے کے لئے آتے رہتے تھے اور وفات سے ایک روز قبل آپ نے اپنا لیکچر ''پیغام صلح'' لکھا۔

برنی صاحب کی شکایت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب بیچ بیچ میں بیمار کیوں ہوتے رہتے تھے انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ اس خرابی صحت کے باوجود جتنے مصروف ان کے اوقات گذرے تھے اس کی متحمل بڑے بڑے توانا انسان کی صحتیں بھی نہیں ہو سکتیں ۔ اخبار وکیل کے غیر احمدی ایڈیٹر مولوی عبداللہ العمادی نے آپ کی وفات پر سچ کہا تھا:

''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو وہ شخص دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے ۔ جس کی دو ہتھیلیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا ہے ۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔''(اخبار وکیل امرتسر مورخہ 30 مئی 1908ء) اور ان سب ہنگامہ خیزیوں کا مرکز ایک ایسا انسان تھا جس کی جسمانی صحت بہت ہی کمزور تھی ۔ بس یہیں سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے کرشمے انسانوں کی زندگی میں نظر آتے ہیں ۔ اور یہ غیر معمولی صحت بھی آپ کی صداقت کا ایک نشان ہے جو ازل سے مقدر تھا۔

حضرت مرزا صاحب خود اپنے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ بباعث مرض ذیابیطس جو قریباً بیس سال سے مجھے دامنگیر ہے آنکھوں کی بصارت کی نسبت بہت اندیشہ ہوا۔ کیونکہ ایسے امراض میں نزول الماء کا سخت خطرہ ہوتا ہے تب خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی اس وحی میں تسلی اور اطمینان اور سکینت بخشی اور وہ وحی یہ ہے **نزلت الرحمته علی ثلث العین وعلی الاخرین** یعنی تین اعضاء پر رحمت نازل کی گئی ہے ایک آنکھیں اور دو اور عضو اور ان کی تصریح نہیں کی اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ پندرہ بیس برس کی عمر میں میری بینائی تھی ایسی ہی اس عمر میں بھی کہ قریباً ستر برس تک پہنچ گئی ہے، وہی بینائی ہے ۔ سو یہ وہی رحمت ہے جس کا وعدہ خدا تعالیٰ کی وحی میں دیا گیا تھا۔''(حقیقۃ الوحی ص306)

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

''مجھے دماغی کمزوری اور دوران سر کی وجہ سے بہت ناطاقتی ہو گئی تھی ۔ یہاں

تک کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اب میری حالت بالکل تالیف وتصنیف کے لائق نہیں رہی اور ایسی کمزوری تھی کہ گویا بدن میں روح نہیں تھی۔ اسی حالت میں مجھے الہام ہوا **تـرد الیك انور الشباب** یعنی جوانی کے نور تیری طرف واپس کئے گئے۔ بعد اس کے چند روز میں ہی مجھے محسوس ہوا کہ میری گم شدہ قوتیں پھر واپس آتی جاتی ہیں۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد مجھ میں اس قدر طاقت ہوگئی کہ میں ہر روز دو دو جزو نو تالیف کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھ سکتا ہوں اور نہ صرف لکھنا بلکہ سوچنا اور فکر کرنا جو نئی تالیف کے لئے ضروری ہے۔ پورے طور پر میسر آ گیا۔ ہاں دو مرض میرے لاحق حال ہیں۔ ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں اور دوسری بدن کے نیچے کے حصہ میں۔ اوپر کے حصہ میں دوران سر ہے اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب اور یہ دونوں مرضیں اسی زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے۔ میں نے ان کے لئے دعائیں بھی کیں مگر منع میں جواب پایا اور میرے دل میں القاء کیا گیا کہ ابتداء سے مسیح موعود کے لئے یہ نشان مقرر ہے کہ وہ دو زرد چادروں کے ساتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے گا۔ سو یہ وہی زرد چادریں ہیں جو جسمانی حالت کے ساتھ شامل کی گئیں۔

انبیاء علیہم السلام کے اتفاق سے زرد چادر کی تعبیر بیماری ہے اور وہ دو زرد چادریں دو بیماریاں ہیں جو دو حصہ بدن پر مشتمل ہیں اور میرے پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی کھولا گیا ہے کہ دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ پورا ہوتا۔'' (حقیقۃ الوحی ص306-307)

باقی رہا حضرت صاحب کی اہلیہ محترمہ کا بیمار رہنا تو اس میں قابل اعتراض بات کون سی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے اہل خانہ اور بچے بیمار نہیں پڑتے؟ انہیں ان کی وفات کے صدمے نہیں اٹھانے پڑتے (اعتراض نمبر 36 فصل پہلی پر بھی نوٹ ملاحظہ ہو) نہ معلوم برنی صاحب کا طائر خیال انہیں کہاں کہاں بہکائے لئے پھرتا ہے۔ اور ان سے ایسی ایسی باتیں کہلواتا ہے جن کی تائید نہ شریعت کرتی ہے نہ عقل سلیم۔

دو بوتل برانڈی: فصل پہلی ص126 خلاصہ اعتراض:

میاں مہدی حسین صاحب کا بیان کہ پیر منظور محمد صاحب کی اہلیہ کے لئے دو بوتلیں برانڈی کی لانے کے لئے کہا گیا۔ ان کی اہلیہ کے لئے ڈاکٹروں نے بتلائی ہوں گی۔

بات تو صاف ہے یہ منظور محمد صاحب کی بیمار اور کمزور اہلیہ کے لئے برانڈی کی ضرورت تھی۔ مہدی حسین صاحب پس و پیش کر رہے تھے۔ حضرت صاحب کے کہنے پر انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ یہ معاملہ کوئی چوری چھپے نہیں کھلم کھلا سب کے سامنے پیش ہو رہا ہے۔ صاف ظاہر ہے ڈاکٹروں نے پیر صاحب کی اہلیہ کے لئے تجویز کی ہوگی اور اعتراض ان لوگوں کی طرف سے ہو رہا ہے جن کی فقہ کی کتابوں میں صاف لکھا ہے:

''پیاسے کو شراب پینا ضرور تا جائز ہے'' (عایۃ الاوطاء ترجمہ درمختار جلد نمبر 1 ص 106)

ہماری رائے میں پیاس کی شدت انتہاء کو پہنچ جائے اور جان کے لالے پڑ جائیں تو اس صورت میں جائز ہے ورنہ نہیں۔ یہی شریعت کا مقصود ہے۔

ٹانک وائن: فصل پہلی ص126 خلاصہ اعتراض:

خط حضرت مرزا صاحب بنام حکیم محمد حسن صاحب ''اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خوردنی خود خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہیے۔ اس کا لحاظ رہے'' (بحوالہ خطوط بنان غلام ص5)

ٹانک وائن کی حقیقت لاہور میں پلومر کی دکان سے ڈاکٹر عزیز احمد کی معرفت معلوم کی گئی۔ جواب ملا: ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے سربند بوتلوں میں آتی ہے۔'' (بحوالہ سودائے مرزا ص 39 حاشیہ حکیم محمد علی صاحب پرنسپل طبیہ کالج امرتسر)

جو خط برنی صاحب نے نقل کیا ہے اس میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ ٹانک وائن اپنے استعمال کے لئے منگوا رہے ہیں۔ خطوط امام بنام غلام میں چند ایسے نسخہ جات بھی دیئے گئے ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے بعض خدام کی بیماریوں میں تجویز فرمائے۔ (ص8)

اس خط کے ساتھ ملحق خط میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے گھر میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی ولادت کا ذکر فرما کر بعض دوائیں طلب فرمائیں ممکن ہے ٹانک وائن بھی زچہ کے لئے منگوائی ہو اور پھر حضرت صاحب ادویات منگوا کر رکھ چھوڑا کرتے تھے تا کہ بوقت ضرورت نادار بیماریوں کے کام آئیں۔ لیکن برنی صاحب کو ان امور سے کیا غرض، انہوں نے تو بس یہ دیکھا کہ مخالف ٹانک وائن خرید پر اعتراضات کرتے تھے اس لئے انہوں نے بھی اس اعتراض کو کتاب کی زینت بنا دیا۔

ایک احمدی دوست نے جب پلومر کی دکان پر یہ سوال کیا کہ:

’’کیا اسے (یعنی ٹانک وائن کی بوتل) نشہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے؟

منیجر صاحب نے جواب دیا کہ نہیں۔ چنانچہ کیش میمو پر جو ہمارے پاس محفوظ ہے انہوں نے صاف الفاظ میں لکھ دیا کہ:

’’ٹانک وائن نشہ کے طور پر استعمال نہیں کی جاتی‘‘

مذکورہ بالا شہادت سے پلومر کے ہاں کی ٹانک وائن کی حقیقت صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے اور ہماری جدید تعلیم یافتہ نوجوان محقق برنی صاحب کے شاہد ڈاکٹر عزیز احمد کی تحقیقات کا پتہ بھی لگ جاتا ہے کہ وہ کس نگاہ سے دیکھے جانے کے لائق ہے۔‘‘ (ہمارا مذہب 413 از جناب مولانا علی محمد صاحب اجمیری ایڈیشن اول دسمبر 1934ء)

برنی صاحب کی نظر سے یقیناً یہ شہادت بھی گذری ہے اس لئے کہ وہ اپنے ایڈیشن ہفتم میں اس کتاب کے جواب میں کہیں کہیں تنقید بھی کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ انہیں اصل حقائق سے غرض نہیں محض بزعم خویش ’’سربستہ رازوں‘‘ سے پردہ اٹھانا ہے اس لئے وہ خواہ مخواہ یہ دردسری کیوں مول لیں اور ان کے قارئین میں اتنا وقت کہاں کسی کے پاس ہوگا جو ایسے امور کی تحقیق کے لئے وقت نکال سکے۔ بس ایک ہی بات کو دہرائے جانا کافی ہے چاہیے وہ صحیح ہو یا غلط۔ پروپیگنڈا کا موجودہ اصول یہی ہے۔

علاوہ ازیں کسی متعصب ڈاکٹر کی رائے پر بھروسہ کرنے کی بجائے آپ علم اجزاء وخواص الادویہ کی کتاب سے ٹانک وائن سے متعلق ذیل کی عبارت پڑھ لیتے تو اچھا تھا:

"Restorative after child's birth, prophylactic against malarial fevers, anaemia anorexia" (Materia Medica of Pharmaceutical Combinations and Speciali ties (p. 197)

یعنی ٹانک وائن بچہ کی ولادت کے بعد زچہ کی بحالی طاقت کے لئے مفید ہے نیز ملیریا کے زہر کو زائل کرنے اور کمی خون اور بھوک نہ لگنے کے لئے بھی مفید ہے۔

اعلان

ہم ممبران احمدیہ انجمن لاہور سیلاب زدگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کی گھڑی میں ممبران احمدیہ انجمن لاہور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ سیلاب زدگان کی مدد کے لئے احمدیہ انجمن لاہور کی انتظامیہ اور ممبران نے ایک کروڑ روپے کی خطیر رقم جمع کی ہے جو کہ مختلف ذرائع سے متاثرہ افراد اور خاندانوں کی بحالی کے لئے استعمال کی جائے گی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اپیل پر اس وقت تک تمام بیرونی ممالک کی جماعتوں نے دل کھول کر عطیات دیئے ہیں اور مزید عطیات کی آمد بھی متوقع ہے۔ اس وقت تک سیلاب زدگان کے لئے انجمن نے خوراک، ادویات اور خیمے مہیا کرنے کے لئے 25 لاکھ روپے خرچ کر چکی ہے۔

جو ممبران مزید اس کار خیر میں حصہ لینا چاہیں وہ اپنے عطیات مرکزی انجمن کو بھجوا دیں۔

جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن لاہور

انگریزی سے ترجمہ: فائزہ عرفان علی (ایم ایس ڈی)

اسلام امن اور مذہبی رواداری کی تعلیم دیتا ہے

اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہرگز نہیں

از ڈاکٹر زاہد عزیز، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی (انگلستان)

مدینہ میں مسلمانوں کو اپنی بقا کے جنگ لڑنا پڑی

مدینہ میں 622ء میں مکہ میں 13 سال مشکل ترین حالات میں زندگی گزارنے کے بعد رسول اکرم صلعم کی زندگی کا بالکل مختلف کا آغاز ہوا۔ اب وہ نہ صرف ایک منظم جماعت بلکہ ایک شہری حکومت کے سربراہ تھے۔ یہاں دس سال کے مختصر عرصہ میں اسلامی تعلیم ایمانیات اور عقائد سے بڑھ کر ایک ملی صورت میں ظہور پذیر ہوئی۔ اس عملی صورت کا تعلق دینی ارکان مثلاً نماز اور روزہ اور دیگر تمام زندگی کے دنیاوی معاملات مثلاً معاشرتی قوانین، جنگ اور امن اور ریاست کے نظام سے متعلق معاملات تھا۔ حضرت موسیٰؑ کی طرح رسول اکرم صلعم بھی صاحب شریعت نبی کی حیثیت اختیار کر گئے۔

اسی دور میں مسلمانوں کو پہلی مرتبہ اپنی دفاع کے لیے تلوار اُٹھانی پڑی۔ مکہ سے ان کے دشمن یوں تو رسول اکرم صلعم کے قبیلہ کے لوگ تھے۔ انھوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے فوج تیار کی۔ اس وقت رسول اکرم صلعم پر لڑائی کرنے کی اجازت کے لیے وحی نازل ہوئی۔ لیکن وہ بھی اپنی دفاع کے لیے صرف ان لوگوں کے خلاف جنھوں نے ان پر حملہ کیا یا کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور یہاں بھی مذہبی آزادی کو قائم کرنے کے لیے لڑائی کی اجازت دی گئی۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی وحی یہ نازل ہوئی:

''ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اس بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ نہ ہٹاتا رہتا تو یقیناً راہبوں کی کوٹھریاں اور گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجد جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں'' (22:39,40)۔ پس مسلمان ہر ایک مذہب کے ماننے والوں کی جنگ لڑ رہا ہے تا کہ وہ بلا روک ٹوک اور آزادی سے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہو سکیں۔

تینوں بڑی جنگوں میں سے ہر ایک مدینہ کے قریب لڑی گئی۔ آخری جنگ میں مدینہ کا محاصرہ کیا گیا اور ہر دفعہ مسلمان دشمنوں کے مقابلہ میں کافی کم تعداد میں تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان اپنی دفاع کے لیے جنگ لڑ رہے تھے۔ لیکن ہر دفعہ دشمن کو شکست ہوئی اور آخر کار انھوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح رسول اکرم صلعم ذاتی طور پر جنگ میں شریک ہوتے۔ آخر کار صلح نامہ ہوا اور اس زمانہ میں اسلام عرب میں تیزی سے پھیلا۔ دو سال کے بعد جب اہل مکہ نے صلح کے معاہدہ کو توڑا تو رسول اکرم صلعم نے مکہ پر حملہ کر دیا اور دشمن کو ہتھیار ڈالنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔ آپ صلعم نے مکہ کو آٹھ سال کے بعد ایک قطرہ خون کا بہائے بغیر فتح کر لیا۔ جہاں سے ان کو نکالا گیا تھا۔

جب آپ صلعم بطور فاتح مکہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے شہر کے چیدہ لوگوں کو مخاطب کیا جو ان کے سخت دشمن رہے تھے جنھوں نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو سخت اذیت اور ان پر حد درجہ ظلم روا رکھا تھا۔ آپؐ نے ان سے پوچھا:

''آپ مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہیں؟'' یہ جانتے ہوئے کہ آپؐ انتقام نہ لینے والے تھے بلکہ لوگوں کو معاف کرنے والے تھے۔ انھوں نے جواب میں کہا:

''آپ ایک نیک سیرت بھائی ہیں اور ایک نیک سیرت بھائی کے بیٹے ہیں۔'' تب آپؐ نے اعلان کیا:

''آج تم سب لوگوں پر کوئی ملامت نہیں۔'' آپ لوگوں پر کوئی الزام نہ لگایا جائے گا۔ کوئی عدالت نہ لگائی جائے گی جس کے نتیجہ میں کوئی سزا دی جائے۔ آپ کو اس بات کی آزادی ہوگی کہ وہ اسلام قبول کریں یا نہ کریں۔

رسول اکرم صلعم کی تعلیمات نے لوگوں کو اخلاقی، روحانی اور ذہنی طور پر بلند

کر دیا تھا اور تہذیب وتمدن کے لحاظ سے انھوں نے اپنے زمانے کے تمام قوموں کی نسبت انتہائی ترقی کی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صلعم کی وفات کے بعد ایک صدی کے اندر اسلام اس زمانہ میں معلوم ممالک کے بڑے حصّہ میں پھیل گیا اور انھوں نے ایک عظیم تہذیب قائم کی جس میں علوم اور روشن خیالی نے مثالی ترقی حاصل کی۔ یہ تہذیب ایک ہزار سال تک ترقی کرتی رہی یہاں تک کہ موجودہ مغربی تہذیب نے اس کی جگہ لے لی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ رسول اکرم صلعم کے تاریخی کردار اور رہنمائی کو ذیل کے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے:

''اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔'' (21:107)۔ رسول اکرم صلعم کا ذاتی کردار اور ان کی تعلیمات کے لیے مقدر ہے کہ وہ تمام اقوام، نسلوں، لوگوں اور مذاہب کے لیے رحمت ثابت ہوں گے۔

اسلام میں مذہبی آزادی

اس باب میں یہ دکھانا مقصود ہے کہ اسلام میں ہر شخص کے لیے اور کسی بھی قسم کے عقائد رکھنے والے کے لیے مذہب کی مکمل آزادی ہے اور اس اصول کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسلام کسی ایسے شخص کو جو دین اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرتا ہے کسی قسم کی سزا مقرر نہیں کرتا۔

قرآن مجید دین کے اختیار کرنے میں کسی قسم کے جبر کو قطعاً روا نہیں رکھتا۔ یہ حقیقت واضح الفاظ میں ذیل میں درج ہے:

''دین میں کوئی زبردستی (منوانا) نہیں۔ ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔'' (2:256)

حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ مجید ایسے بیانات سے بھرا پڑا ہے جن میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ایک یا دوسرے مذہب پر ایمان رکھنا ایک شخص کا اپنا ذاتی فعل ہے اور اس کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ ایک طریق اختیار کرے یا دوسرا۔ اگر وہ سچائی کو قبول کرتا ہے تو وہ اس کے اپنے بھلے کے لیے ہے لیکن اگر وہ غلطی پر مصر رہتا ہے تو اس میں اس کا نقصان ہے۔ اس بارے میں چند آیات کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

''کہہ، حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ سو جو کوئی چاہے ایمان لائے اور جو کوئی چاہے انکار کرے۔'' (18:29)

''ہم نے اسے راستہ دکھا دیا ہے چاہے وہ شکر گزار ہے اور چاہے ناشکرا۔'' (76:3)

''تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیلیں آ چکی ہیں۔ سو جو کوئی دیکھتا ہے تو وہ اپنی جان کی بھلائی کے لیے ہے اور جو کوئی اندھا رہا اسی پر وبال ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں۔'' (6:104)

''اگر تم نے نیکی کی تو اپنا ہی بھلا کیا۔ اور اگر تم نے برائی کی تو اپنے لیے'' (17:7)۔

رسول اللہ صلعم اور ان کے ماننے والے ہر مسلمان کا فرض صرف یہ ہے کہ وہ سچائی کے پیغام کو لوگوں تک پہنچائے اور بس۔ اس بات کی وضاحت ذیل کی آیات میں کیا گیا ہے:

۱۔ ''پھر اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں تو یقیناً انھوں نے راہ پالی اور اگر پھر جائیں تو تجھ پر اس کا پہنچانا ہی ہے۔'' (3:20)

۲۔ ''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول پر صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔'' (64:12)

۳۔ کہہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو اس پر صرف وہ (پہنچا دینا) ہے جو اس کے ذمہ ڈالا گیا۔ اور تم پر وہ واجب ہے جو تمہارے ذمہ ڈالا گیا۔ اور اگر اس کی اطاعت کرو گے تو سیدھے رستے پر رہو گے اور رسول کے ذمہ سوائے کھول کر پہنچا دینے کے کچھ نہیں۔'' (24:54)

''کہہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ چکا سو جو کوئی راہ پر چلتا ہے وہ اپنے بھلے کو ہی راہ پر چلتا ہے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے اور میں تم پر مختار نہیں۔'' (10:108)

''ہم نے تجھ پر لوگوں کی (بھلائی) کے لیے حق کے ساتھ کتاب اُتاری ہے سو جو کوئی سیدھی راہ پر چلتا ہے تو وہ اپنے (بھلے کے) لیے ہے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اس کے گمراہ ہونے کا وبال اسی پر ہے اور تو ان کا ذمہ دار نہیں۔'' (39:41)

''اور ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان مقرر نہیں کیا اور نہ تو ان کا کارساز ہے'' (6:107)۔

''(رسولؐ) تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔'' (13:40)

''اور تیری قوم نے اس (پیغام) کو جھٹلا دیا حالانکہ وہ حق ہے۔ اور میں تم پر داروغہ نہیں۔'' (6:66)

''اور ان لوگوں پر جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ ان پر (کافروں) کے حساب میں سے کچھ (ذمہ داری) نہیں۔ لیکن یہ نصیحت ہے تاکہ وہ بچیں۔'' (6:69)

''اور تو (اے رسولؐ) ان پر جبر کرنے والا نہیں۔ سو قرآن کے ساتھ اسے نصیحت کر جو میرے وعدۂ عذاب سے ڈرتا ہے۔'' (50:45)

قرآن مجید اس حقیقت کا بھی ذکر کرتا ہے جس کا ہم عمومی طور پر مشاہدہ بھی کرتے ہیں کہ دنیا میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جو حق پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ نہیں لاتے اور کوئی انسان کسی کو جبر سے نہ ایسا کرتا ہے اور نہ ہی اس کو ایسا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ رسول اکرم صلعم کو قرآن مجید میں فرماتا ہے:

''اور اگر تیرا رب چاہتا تو زمین میں جس قدر لوگ ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں۔'' (10:99)

تمام قوموں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں:

''ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور طریق مقرر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی گروہ بنا دیتا۔ لیکن وہ چاہتا ہے کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہارے جوہر دیکھے۔ سو نیکیوں کو آگے بڑھ کر لو۔ تم سب کو اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ پس جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے وہ تمھیں بتا دے گا۔'' (5:48)

عیسائیوں نے مسجد نبویؐ میں عبادت کی

رسول اکرم صلعم کی وفات سے تقریباً ایک سال قبل ایک مشہور واقعہ ہوا جو ایک نہایت نمایاں مثال ہے کہ آپؐ مذہب کے معاملے میں آزادی کے کس قدر زبردست حامی تھے۔ یمن کے قریب نجر سے ایک بڑا عیسائیوں کا وفد اپنے چند مقتدر عمائدین کی سرکردگی میں مدینہ آیا کہ رسول اکرم صلعم سے اسلام اور عیسائی عقائد کے اختلاف کے بارے میں گفتگو کرے۔ بطور خاص اس مسئلہ پر کہ آیا حضرت مسیحؑ ایک بشر تھے یا خدا۔ وفد کی آمد پر رسول اکرم صلعم نے ان کو مسجد نبویؐ سے ملحقہ کمروں میں ٹھہرایا۔ بحث سے پیشتر عیسائیوں کی عبادت کا وقت ہو گیا۔ تو انھوں نے رسول اکرم صلعم سے پوچھا کہ وہ کہاں اپنی عبادت کر سکتے ہیں۔ رسول اکرم صلعم نے مسجد کے اندر ہی عبادت بجالانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انھوں نے مسجد کے اندر ہی اپنی عبادت اپنے طریق پر جو اسلام سے مختلف تھی ادا کی۔ یہ مسجد جیسا کہ سب کو علم ہے مسلمانوں کے لیے ایک انتہائی مقدس اور قابل احترام عبادت گاہ ہے۔ انھوں نے رسول اکرم صلعم سے جو بحث مباحثہ کیا اس کی تفصیلات قرآن مجید کی تمام تفسیروں، سوانح، تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں درج ہیں۔

قرآنِ مجید کی رو سے تبلیغ کس طرح کرنی چاہیے

قرآن مجید سے ایک آیت جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو دوسرے لوگوں کو دعوت اسلام کس طرح کرنی چاہیے ذیل میں درج کی جاتی ہے:

''اپنے رب کے رستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلا اور اُن کے ساتھ اس طریق پر بحث کر جو نہایت عمدہ ہو۔ تیرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے گمراہ ہوا اور وہ سیدھی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔'' (16:125)

آیت مذکورہ میں لفظ ''حکمت'' کا مطلب ہے کہ دلیل اور علم سے لوگوں کو بات سمجھائی جائے نہ کہ ان کے تعصب یا لاعلمی کو موضوع بحث بنایا جائے۔ بہترین طریق کا مطلب ہے کہ بہترین دلائل اور شواہد نہایت شائستگی، نرمی اور احسن طریق پر پیش کیے جائیں اور دوسروں کے جذبات کا بھی خیال رکھا جائے۔

یہی بات ایک طریق پر قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے:

''اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے اور کہتا ہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اور نیکی اور بدی برابر نہیں۔ (بدی کو) بہت اچھے طریق سے دور کر۔ پھر تو دیکھے گا کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی ہے گویا وہ دل سوز دوست ہے۔ اور یہ خصلت انہی کو دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ انہی کو دی جاتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔'' (41:33-35)

دعوت اسلام کس طریق پر کرنی چاہیے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اس میں سے ذیل کے نکات ابھرتے ہیں:

۱۔ تقریر یا گفتگو کے ذریعہ نہ کہ جبر سے۔

۲۔ خود نیک اعمال کا نمونہ دکھانے کے ذریعہ تاکہ محض زبانی تبلیغ کے ذریعے۔

۳۔ مخالف کے برے عمل کے مقابلے میں نیک سلوک کر کے دکھایا جائے۔ تب تمہارے مخالف کا دل بدلے گا اور تمہارا دشمن تمہارا عزیز دوست بن جائے گا۔

۴۔ مندرجہ بالا طریقوں کے علاوہ انتہائی صبر دکھانا وہ واحد مؤثر ذریعہ ہے جس کے ذریعہ اپنے خیالات دوسروں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید کی دوسری دو آئتیں جن میں مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ دعوت اسلام دیتے ہوئے دوسروں سے جھگڑا نہ کریں:

''اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق سے جو نہایت اچھا ہو۔

سوائے اس کے جو ان میں سے ظالم ہیں۔ اور کہو ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف اُتارا گیا اور تمہاری طرف اُتارا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔'' (29:46)

''سو اسی کی طرف بلا۔ اور سیدھی راہ پر چل تا رہ جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اور کہہ کر میں اس پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب اُتاری ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا رب اور تمہارا رب ہے۔ ہمارے لیے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لیے تمہارے عمل۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہمیں جمع کرے گا اور اسی کی طرف انجام کار پھر کر آنا ہے۔'' (42:15)

قرآن مجید مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے بھی منع کرتا ہے۔ اس کا فرمانا ہے:

''اور اللہ اگر چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان تو نہیں کیا اور نہ تو ان کا کارساز ہے۔ اور ان لوگوں کو گالی نہ دو جن کو یہ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ زیادتی کر کے بے علمی سے اللہ کو گالی دیں۔'' (6:107-108)

اسلام میں مرتد کی کوئی سزا نہیں

یہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اسلام دین اسلام کو ترک کرنے والے کو موت کی سزا دیتا ہے۔ جو کوئی بھی قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارہ کرے گا۔ اس کو واضح طور پر نظر آئے گا کہ اس میں ایسے کسی خیال کا قطعاً کوئی ذکر کیا خیال تک بھی نہیں۔

1- قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ایسے لوگوں کا ذکر ملتا ہے جو ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹ گئے۔ لیکن ایک دفعہ بھی ایسا ذکر نہیں ملتا کہ ایسے لوگوں کو مار دیا گیا یا ان کو کوئی سزا دی گئی۔ ایک جگہ پر قرآنِ مجید جنگ کا حوالہ دیتا ہے جہاں مخالفین مکہ نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا:

''اور تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمھیں تمہارے دین سے لوٹا دیں اگر انھیں طاقت ہو۔ اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھرے اور پھر مر جائے حالانکہ وہ کافر ہو۔ سو یہی ہیں جن کے عمل دنیا اور آخرت میں کام نہ آئے۔'' (2:217)

یہ آیت صاف طور ایک ایسے شخص کا ذکر کرتی ہے جو دین اسلام سے مرتد ہونے کے بعد زندہ رہتا ہے اور پھر کفر کی حالت میں اس کی وفات ہوتی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ طاقت دشمنوں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف استعمال کی گئی کہ وہ اسلام سے پھر جائیں نہ کہ خود مسلمانوں نے مسلمانوں کے استعمال کی خلاف کہ ان کو اسلام کے اندر رکھا جائے۔

2- قرآنِ مجید بھی فرماتا ہے:

''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ ایک قوم کو لائے گا وہ ان سے محبت رکھے گا اور وہ اس سے محبت رکھیں گے۔'' (5:54)

''جو اپنے ایمان کے بعد کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھتے گئے ان کی توبہ قبول نہ ہوتی اور وہی گمراہ ہیں۔'' (3:90)

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے۔ پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے۔ پھر کفر میں بڑھ گئے۔ تو اللہ یہ نہیں کہ ان کی مغفرت کرے اور نہ یہ کہ ان کو راہ پر سیدھا چلائے۔'' (4:137)

مندرجہ بالا آخری آیت کچھ ایسے لوگوں کا ذکر کرتی ہے جو کبھی اسلام قبول کرتے اور پھر کفر میں چلے جاتے۔ انھوں نے از خود اسلام قبول کیا اور پھر اس کو چھوڑ دیا اور کفر میں پکے رہے۔ مسلمانوں کی طرف سے ان کو کوئی سزا نہ دی گئی، نہ ہی ایسی کوئی سزا مقرر ہے جو ان پر لاگو ہوتی۔ صرف یوم حساب اللہ تعالیٰ ان پر سزا مرتب کرے گا۔

3- قرآن مجید مدینہ میں رہنے والے ایک یہودی گروہ کا ذکر کرتا ہے جنھوں نے پہلے اسلام قبول کیا اور پھر اس کو چھوڑ دیا۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ دوسرے لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ اسلام کوئی ایسا دین نہیں جس کو قبول کر کے کوئی روحانیت حاصل ہوتی ہے۔

''اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ دن کی ابتدا میں اس پر ایمان لے آؤ جو ان لوگوں پر اُتارا گیا ہے جو ایمان لائے ہیں اور اس کے آخر میں انکار کر دو تا کہ وہ لوٹ آئیں۔'' (3:72)

یہ منصوبہ کہ پہلے اسلام قبول کرنے کا اعلان کریں گے اور اس کے کچھ دیر بعد اس کا انکار کر دیں گے۔ اس کا ان کو کبھی خیال آ ہی نہ سکتا تھا اگر قرآنی احکامات کی رو سے ایسا کرنے کی سزا موت ہوتی۔

4- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جس میں زیادہ تر غیر مسلم مغربی مستشرقین کے تحقیقی مضامین ہوتے ہیں اس میں ''مرتد'' کے مضمون کے شروع میں ''ولی ہیفننگ'' لکھتا ہے:

''کہ قرآن میں مرتد کو صرف آخرت میں سزا سے ڈرایا گیا ہے۔''

(جلد3 ص 736، جلد7 ص 635 نیا ایڈیشن)

جنگ کے دوران ارتداد

مرتد کی سزا موت کا غلط خیال معلوم ہوتا ہے اس وجہ سے پیدا ہوا کہ وہ لوگ جو مرتد ہونے کے بعد دشمن کے ساتھ جنگ میں شامل ہو گئے ان کو لازمی دشمن ہی تصور کیا گیا یا یہ کہ جہاں ایک مرتد نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ ایسی صورت میں موت کی سزا دی گئی۔ لیکن یہ سزا ارتداد کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے جرم قتل کی سزا تھی۔

قرآنِ مجید مختلف ایسے لوگوں کا ذکر کرتا ہے جنھوں نے جنگ کے دوران اسلام کو چھوڑا (4:88-91) اور مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک ساتھ کیسا سلوک کیا جائے۔ وہ لوگ جو ظاہر طور پر دشمن کے ساتھ شامل ہو جائیں جن کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ تھی۔ تو ان کے ساتھ دشمنوں کی طرح جنگ کی جائے۔ چند دیگر قسم کے لوگوں کے متعلق قرآن مجید ذیل کی ہدایت دیتا ہے:

''مگر جو ایسی قوم سے جا ملیں کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے۔ یا تمہارے پاس آئیں اس حال میں کہ ان کے سینے تنگ ہیں کہ تمہارے ساتھ جنگ کریں یا اپنی قوم کے ساتھ جنگ کریں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر قابو دے دیتا سو وہ تم سے ضرور لڑتے۔ پس اگر وہ تم سے کنارہ کش ہوں پھر تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تو اللہ نے تمہارے لیے ان کے خلاف کوئی راہ نہیں رکھی۔'' (4:90)

ظاہر ہے کہ اس صورت میں جنگ میں بھی اگر کوئی مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور دوسرے غیر مسلموں سے جا ملتا ہے۔ جن کے ساتھ مسلمانوں کا امن کا معاہدہ ہے یا ایسا شخص جنگ میں بالکل حصّہ نہیں لیتا۔ اس صورت میں مسلمان اس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں۔

حديث اور اسلامي فقهه كي كتب مين مرتد كے متعلق

یہ خیال کہ مرتد کی سزا قتل ہے اس کی بنیاد اسلامی فقہ پر ہے جنھوں نے بعض احادیث کی بنا پر یہ رائے قائم کی ہے۔ یہ بات جائے غور ہے کہ فقہ کی کتب میں ایسے فیصلے انسانوں نے کئے ہیں اس وہ خطا سے مبرا نہیں ہو سکتے۔

اگر احادیث کا احتیاط سے مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مرتد کی سزا قتل نہیں جب تک دوسرے حالات کو شامل نہ کیا جائے۔ جن میں مجرم کو موت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ ایسے دشمنوں سے مل جانا جن سے مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہو۔ ایک حدیث قرآن میں بیان کردہ اصولوں کو کسی صورت میں بھی ردّ نہیں کر سکتی۔ ایک حدیث کہ جو ''کوئی مذہب تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔'' اس میں تبدیلی مذہب کو اس جرم کرنے کے تحت دیکھا جائے جو اس نے مسلمانوں کے خلاف کیا ہو۔

فقہ کی کتاب اس بات کو تسلیم کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں کہ اسلام میں محض تبدیلی مذہب قابل سزا نہیں۔ لیکن اگر مرتد اپنے آپ کو مسلمانوں کے خلاف حالت جنگ میں لے آتا ہے تو اس کو جنگ میں مخالف سمت سے لڑائی کرنے والے کی طرح موت کا سامنا کرنا ہوگا۔ اسی بنا پر فقہ کی مشہور کتاب 'ہدایہ' نے یہ اصول قائم کیا کہ ایک عورت مرتد کو موت کی سزا نہیں دی جا سکتی، کیونکہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی سکت نہیں رکھتی۔ اس میں ذیل کے بیانات بھی درج ہیں:

''ارتداد میں قتل کرنا جنگ کے فتنہ کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے۔'' اور ''محض کفر قانون کی رو سے ایک شخص کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔'' یہ واضح غلطی جس میں فقہا نے قرآنِ مجید کے واضح احکامات کی خلاف غرضی کی ہے کہ انھوں نے ایک مسلمان کو جو دین اسلام کو چھوڑتا ہے لازمی طور پر سمجھ لیا ہے کہ وہ ان لوگوں سے جا ملا ہے جو مسلمانوں سے برسر جنگ ہیں۔

اگر قرآن مجید اور رسول اکرم صلعم کی سنت کو اسلامی تعلیمات کے تعین کے لیے اعلیٰ ترین معیار گردانا جائے جو ایک حقیقت ہے تو اس بات سے قطعاً انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام ہر شخص کو مکمل آزادی دیتا ہے کہ وہ کسی بھی مذہب کو اختیار کرے اور مسلمانوں کو قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ اگر کوئی شخص اسلام کو چھوڑتا ہے تو اس کو کسی قسم کی سزا دے۔

آخر میں یہ بات نہایت اہم ہے جس کی وضاحت ضروری ہے کہ ایک شخص اسلام کو صرف اپنی مرضی یا فیصلہ کے بنا پر چھوڑ سکتا ہے نہ کہ کسی اور مسلمان کے فیصلہ یا روائے کی بنا پر کسی کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے۔'' کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود ہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔'' اس کو کسی صورت میں کوئی شخص بھی اس سے باہر نہیں نکال سکتا۔ اور نہ ہی کوئی اسلامی ادارہ، عدالت یا حکومت سختی سے قانون کے ذریعہ ایسے شخص کو کافر یا مرتد قرار دے سکتا ہے۔

رسول اکرم صلعم نے واضح طور پر ایمان کے بنیادی اصولوں میں اس کو بیان کیا ہے کہ اگر ایک مسلمان اسلامی کلمہ کا اعلان کرتا ہے۔ اس کو کسی گناہ یا بے عملی کی بنا پر کافر یا اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔

پس ایسے تمام فیصلہ جات یا فتاویٰ کہ اب ایسا ایسا شخص کافر اور مرتد ہو گیا ہے حالانکہ وہ مسلمان ہونے کا اعلان کرے اس کے متعلق ایسے فیصلہ کرنے کا کسی کو اختیار نہیں اور نہ ہی اسلام میں اس کی کوئی قانونی حیثیت ہے۔

تصنیف ضرورت الامام

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ (ایم ۔اے)

ستمبر 1898ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب ضرورت الامام شائع فرمائی۔اس کتاب کواس مشہور حدیث سے شروع کیا کہ **من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھیلتہ** کہ جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کونہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرگیا۔اورایک اورحدیث بھی مسنداما م احمد حنبل اور ترمذی میں مذکور ہے کہ **من مات بغیر امام مات میتۃ الجاھیلتہ** کوجوبغیرامام کے مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرگیا۔دراصل جوعلم امام زمانہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کرآتا ہےاس سے وہ شخص جومنکر ہوتا ہےمحروم رہ جاتا ہے۔نیزاس کی منازل سلوک بھی ناتمام رہ جاتی ہیں کیونکہ نبی زمانہ حضرت محمدؐ کےآفتاب روحانیت سے امام الزمان چاندکی طرح فیوض روحانی لیتااورایک عالم کواس سے روشن کرتا ہے۔پس اس سے تعلق نہ پکڑنے والا ان تمام انوارِآسمانی اور فیوض روحانی سے محروم رہ جاتا ہے۔ جن کے لئے امام زمانہ کی بعثت ہوتی ہے۔اور یہ بہت بڑی محرومی ہے اورایسی حالت میں موت ایک رنگ میں جاہلیت کی موت ہے کیونکہ وہ علم اورمعرفت اسے حاصل نہ ہوسکی جواس زمانہ میں اسے حاصل ہونی چاہیےتھی۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھرامام الزمان کی شناخت کس طرح ہو۔ کیونکہ محض امام الزمان کا دعویٰ کردینا تو کوئی چیزنہیں۔ایک طالب حق کے لئے ضروری ہے کہ اسے وہ نشانات بتائے جائیں جن کے ذریعہ انسان امامِ الزمان کی شناخت کرسکے۔

امام الزمان کی شناخت کا طریق

حضرت مرزاصاحب نے کتاب ضرورت امام میں چھ قوتیں بتائی ہیں جن کا امام زمانہ میں موجودہونا ضروری ہے۔اوریہی اس کی صداقت کے نشانات ہیں۔ جب تک یہ موجودنہ ہوں وہ امام الزمان نہیں ہوسکتا۔یہ قوتیں درج ذیل ہیں۔

(۱): پہلی قوت

پہلی قوت ۔قوت اخلاق ہے۔چونکہ امام زمانہ کوطرح طرح کےاوباشوں اورسفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہےاس لئے اس میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تااس میں طیش نفس اورمجنونانہ جوش پیدا نہ ہواور لوگ اس کے فیض سے محروم نہ رہیں۔یہ نہایت شرمناک بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کراخلاق رزیلہ میں گرفتار ہو۔بلکہ آیت **انك لعلے خلق عظیم** کا پرتواس کے آئینہ کےصافی میں نظرآتا ہو۔

(۲): دوسری قوت

دوسری قوت ۔قوت پیشروی یاقوت امامت ہے۔یعنی نیک باتوں اورنیک اعمال میں اورتمام الٰہی معارف اورمحبت الٰہی میں آگے بڑھنے کا شوق ہو۔یعنی روح اس کی کسی نقصان کو پسند نہ کرے اورکسی حالتِ ناقصہ پرراضی نہ ہو۔اوراس بات سے اس کودکھ پہنچے کہ وہ ترقی سے روکا جائے۔

یہ ایک فطرتی قوت ہے جوامام میں ہوتی ہے یہ کوئی عارضی منصب نہیں ہوتا جو پیچھے سے لگ جاتا ہے بلکہ جس طرح دیکھنے کی قوت اور سننے کی قوت سمجھنے کی قوت ہوتی ہے اسی طرح یہ آگے بڑھنے اورالٰہی امور میں سب سے اول درجہ پر رہنے کی قوت ہوتی ہے جوامام میں ہونی چاہیے۔

(۳): تیسری قوت

تیسری قوت ۔قوت بسطت فی العلم یعنی قرآنی معارف کے جاننے اور کمالات افاضہ اوراتمام حجت میں اس کے برابرکوئی دوسرانہیں ہوتا۔اس کی رائے دوسرے کے علم کی تصیح کرتی ہے۔یہ شخص اپنے علوم روحانیہ سے محبت یابوں کوعلمی رنگ سے رنگین کرتا ہے۔اوریقین اورمعرفت میں بڑھاتا ہے۔

(۴): چوتھی قوت

چوتھی قوت عزم ہے۔عزم سے مراد یہ ہے کہ کسی حالت میں نہ تھکنا اور ناامید نہ ہونا۔اور نہ ہی ارادہ میں سست ہوجانا۔بسا اوقات وہ ایسے مصائب میں پھنس جاتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ نے اسے چھوڑ دیا ہے لیکن وہ کبھی ان آزمائشوں سے بے دل نہیں ہوتا۔بلکہ ہر ایک ابتلا میں اس کا قدم آگے ہی بڑھتا ہے یہاں تک کہ نصرت الٰہی کا وقت آجاتا ہے۔

(۵): پانچویں قوت

پانچویں قوت اقبال علی اللہ ہے۔اقبال علی اللہ کا مطلب ہے خدا کی طرف جھکنا۔مصیبتوں،ابتلاؤں کے وقت اور نیز اس وقت کو جب سخت دشمن سے مقابلہ آپڑے اور کسی شان کا مطالبہ ہو یا کسی فتح کی ضرورت ہو خدا کی طرف جھکتا ہے اور پھر ایسا جھکتا ہے کہ اس کے صدق اور اخلاص و محبت وفا اور عزم سے بھری ہوئی دعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں اک شور پڑ جاتا ہے اور اس کی توجہ الی اللہ تمام اولیاء کی نسبت زیادہ تیز اور سریع الاثر ہوتی ہے۔

(۶): چھٹی قوت

چھٹے کشوف اور الہامات کا سلسلہ ہے۔امام الزمان اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالیٰ سے علوم اور حقائق و معارف پاتا ہے اور اس کے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ کیفیت اور کمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں کہ جس سے بڑھ کر وحی ولایت ممکن نہیں اور ان کے ذریعہ سے علوم اور قرآنی معارف کھلتے اور دینی عقدے حل ہوتے ہیں۔اور اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں جو مخالفوں پر اثر ڈال سکیں ظاہر ہوتی ہیں۔

اس کے بعد حضرت صاحب نے سچے الہامات کی شناخت کے نشانات بتائے ہیں اور آخر میں پھر بڑے زور سے اعلان کیا ہے کہ اس زمانہ میں امام الزمان میں ہوں۔آپ لکھتے ہیں کہ مجھے چار نشان دئے گئے ہیں۔

پہلا نشان یہ ہے کہ میں قرآن مجید کے معجزہ کے ظل کے طور پر عربی بلاغت و فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کرسکے۔

دوسرا نشان میں قرآن کے حقائق و معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں۔کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کرسکے۔

تیسرا نشان میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں۔کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کرسکے۔

چوتھا نشان میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں۔کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کرسکے

کتاب کے آخر میں آپ نے اس کتاب کی تصنیف کی وجہ تحریر فرمائی ہے۔آپ نے یہ کتاب صرف ڈیڑھ دن میں لکھی اور لکھنے کی وجہ یہ بتائی کہ ''ستمبر 1898ء میں جو مطابق جمادی الاوّل 1316ھ ہے۔ایک میرے دوست جن کو میں ایک بے شر انسان اور نیک بخت،متقی اور پرہیزگار جانتا ہوں اور ان کی نسبت ابتدا سے میرا بہت نیک گمان ہے۔واللہ حسیب۔مگر بعض خیالات میں غلطی میں پڑا ہوا سمجھتا ہوں اور اس غلطی کے ضرر سے ان کی نسبت اندیشہ رکھتا ہوں۔وہ تکالیف سفر اٹھا کر اور ایک میرے عزیز دوست کو ہمراہ لے کر قادیان میں میرے پاس پہنچے۔اور بہت سے الہامات اپنے مجھ کو سنائے۔اس سے مجھ کو بہت خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو الہامات کا شرف بخشا مگر انہوں نے سلسلہ الہامات میں ایک خواب بھی اپنی مجھے سنائی کہ میں نے آپ کی نسبت کہا ہے کہ میں ان کی بیعت کیوں کروں بلکہ انہیں میری بیعت کرنی چاہیے۔اس خواب سے معلوم ہوا کہ وہ مجھے مسیح موعود نہیں مانتے اور یہ کہ وہ مسئلہ امام حقہ سے بے خبر ہیں۔لہٰذا میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں ان کے لئے امامت حقہ کے بیان میں یہ رسالہ لکھوں اور بیعت کی حقیقت کو تحریر کروں۔'' (منقول از مجدد اعظم حصّہ اوّل صفحہ نمبر 574 تا 577)

از: محی الدین (زیر تربیت واعظ)

حسنِ قرآن

جمال و حسنِ قرآں نورِ جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

انسان کی عقل کائنات کی گہرائیوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ انسان کا ازلی دشمن شیطان انسان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے دنیا کی دلفریبیوں اور رعنائیوں کا اسیر بنا کر تاریکی میں دھکیلنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ وہ آدم زاد پر تاریکی کا سایہ کرنے کی بھرپور کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور رحمٰن جس نے انسان سے ہدایت اور روشنی کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وہ ہر زمانے میں روشنی کے چراغ بھیجتا رہا ہے۔ یہ چراغ اپنے اپنے وقتوں میں روشنی کا سبب بنتے رہے اور انسان کی برداشت کے مطابق روشنی اور نور مہیا کرتے رہے۔ لیکن جب یہ چراغ گل ہو گئے اور زمانہ پر تاریکی کے گھٹاٹوپ اندھیرے چھا گئے تو رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ اس نے طلوع آفتاب کا اشارہ کر دیا۔ وہ سورج وہ آفتاب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں طلوع ہوا۔ جس کی کرنیں چار سوءِ عالم میں پھیل گئیں۔ اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس آفتاب علم تاب کی کرنوں سے منور ہو گیا اس کے ہاتھ میں ایک نسخہ کیمیا تھا وہ قرآن تھا۔ جس کے ذریعے خدائے واحد نے انسان کو ظلم و جور، کفر و شرک اور اخلاق رذیلہ کی پستی سے نکالا اور اخلاقی قدروں کو ازسرنو زندگی بخشی۔

اس قرآن کے نزول سے پہلے لوگ قانون اور ضابطہ جیسے الفاظ سے ناآشنا تھے۔ انسان کی زندگی وحشی درندوں سے بھی بدتر ہو چکی تھی۔ اس وقت قرآن نے انسان کو ضابطہ حیات کا تصور دیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت قدسی سے اس پر عمل کروا کے دکھا دیا۔ اور عرب کی وہ قوم جو ہر قسم کی اخلاقی پستی کا شکار تھی۔ جو جرم کو فخر سمجھ کر کرتے تھے۔ جو طاقت کے زور پر ظلم کرتے اور مظلوم کی کوئی دادرسی نہ ہوتی۔ اس کتاب عظیم نے ان کو متحد و مربوط کر کے قانون کا پابند بنا دیا۔

اس کتاب نے ان کے اندر ایسی تبدیلی پیدا کی جو دنیا کی تاریخ میں آج تک رونما نہیں ہوئی اور اس کی نظیر تلاش کرنا ناممکن ہے۔

یہ وہ کتاب وہ ضابطہ حیات ہے جس کا ایک ایک لفظ انسان کی زندگی کے لئے ضابطہ اور اثر انگیز قانون ہے۔ یہ کتاب انسان کی فطرت کا تقاضہ ہے۔ انسان کی فطرت میں جس قانون کے لئے تڑپ ہے۔ وہ یہی قرآن ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے ضابطے اس کی فطرت کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ انسان اپنے جسم کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ تو وہ تمام انسانوں کی فطرت کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے۔ یہ تو اسی ذات کا کام ہے جس نے اسے بنایا اور اس کی فطرت کو قائم کیا۔

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

قرآن ایک مکمل ضابطہ ہونے کے ناطے حقوق اللہ سے لے کر حقوق العباد تک، معاشرت سے تمدن تک، سیاست سے معیشت تک، غلاموں کے حقوق سے بادشاہوں کے فرائض تک اور بیواؤں اور یتیموں کی خبرگیری تک ہر معاملہ میں ضوابط قائم کرتا ہے۔

اور اس کی تعلیمات، نظریات واصول ہمہ گیر ہیں اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اب نوع انسان کے لئے روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور آدم زادوں کے لئے کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور انسانیت کی مشکلات کا حل صرف اور صرف قرآن میں ہے۔''

کہتے ہیں حسنِ یوسف دلکش بہت تھا لیکن
خوبی و دلبری میں سب سے سوا یہی ہے۔

(حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ)

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور: حامد رحمٰن

بچوں کا صفحہ

اسی قیمت پر

کئی فاقوں کا مارا ایک دیہاتی شہر کے ایک ہوٹل میں جا گھسا اور خوب کھا پی کر چپ چاپ بیٹھ گیا جب بیرے نے بل پیش کیا تو دیہاتی نے معصومیت سے کہا: جناب اپنے پاس تو ایک پائی بھی نہیں۔

بیرے نے ہوٹل کے مالک سے دیہاتی کی شکایت کر دی۔ ہوٹل کے مالک نے غصے سے دیہاتی کو اپنے ملازمین کے حوالے کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ اسے پکڑ کر بیچ بازار لے جاؤ۔ اور لوگوں کے سامنے اس کا جرم ثابت کرو۔

پھر ان سب کے سامنے اسے پچاس جوتے لگا کر چھوڑ دو۔

ملازمین نے مالک کے حکم کی تعمیل کر دی۔ گھنٹے بھر کے بعد یہ دیہاتی ایک دوسرے فاقہ زدہ دیہاتی کو لے کر دوبارہ ہوٹل میں داخل ہوا۔ اور اپنے ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہوٹل کے مالک سے کہا۔ جناب والا یہ ایک میرے ہی جیسا غریب اور فاقہ زدہ دیہاتی ہے۔ اسی قیمت پر ابھی میں نے کھانا کھایا تھا۔ اسے بھی کھلا دیجئے۔

ماں

ماں ایک ایسا درخت ہے جو زمین کے کناروں تک کہیں بھی نظر نہیں آتا اس لئے یہ اپنی نوع کا ایک بدیع المثال درخت ہے۔ عام درخت تو اپنی جڑیں سوکھنے پر اجڑ جاتے ہیں۔ لیکن یہ درخت اپنے پھل پھول سوکھنے پر اجڑ جاتا ہے۔

یہ کیسی حیرت کی بات ہے کہ دنیا کی اکثر زبانوں میں ماں کا لفظ میم سے شروع ہوتا ہے اردو میں ماں۔ پشتوں میں مورئی، قبائلی میں مہر، ہندی میں ماتا، جرمنی میں ماتر۔ انگریزی میں مدر، اور سواحیلی میں موہے، عربی میں ماں کے لئے ام کا لفظ آتا ہے اور حرف میم اس میں بھی ہے مامتا کی طرح یہ حرف بھی آفاقی اور عالمگیر ہے

دعا

خدایا مجھے نیک خصلت بنا دے
جو ہے سیدھا راستہ وہ مجھ کو دکھا دے
مجھے سچی خدمت کا جذبہ عطا کر
مرے دم سے سوئے ہوؤں کو جگا دے
یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے
بدی کو برائی کو دل سے مٹا دے
مجھے آشنا کر دے سب نیکیوں سے
مجھے نیکیوں کے طریقے سکھا دے
مری خواہشوں کو مرے پیارے والی
کسی نیک منزل کی جانب لگا دے
مجھے بخش دے تو اطاعت کا جذبہ
بزرگوں کے نقش قدم پر چلا دے
جہاں دل بدی کی طرف ہوں نہ مائل
مجھے کوئی ایسی سہانی فضا دے
نواز اپنی نصرت سے مجھ کو بھی آقا
مرے دل کو بھی نور سے جگمگا دے
ہے المختصر یہ تمنائے مونس
کہ نیکی کی توفیق تو بارہا دے

کوئز اطفال الاحمدیہ ماہ اگست کے شمارہ میں درست جواب دینے والی بچی کا نام

☆ درِ شہوار احمد (دار السلام)

ادارہ

خواتین کا صفحہ

عورتوں اور مردوں کے مساوی حقوق

حضرت محمد مصطفیٰ صلعم نے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دینے والے انسانیت کے محسن اعظم تھے ۔ انہوں نے ہی عورت کے وجود کی اہمیت بتلائی ۔ خدا تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب میں دونوں کو اکٹھا مخاطب کیا ہے، جہاں مومن مردوں کا ذکر ہے وہاں مومن عورتوں کا بھی ہے ۔ عورتوں کو صالحات، قانتات، طیبات، صائمات، مسلمات، صادقات، صابرات، خاشعات، متصدقات، ذاکرات، حافظات کے طور پر مردوں کے شانہ بشانہ درجات دیئے ہیں قرآن کریم نے عورت پر بھی اپنے اعمال و افعال سے انعامات کے حصول کے دروازے کھلے رکھے ہیں ۔ احادیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ نے عورت کو مرد کے مساوی حقوق دینے کے ساتھ ساتھ ایک حد بھی مقرر کردی ۔ مردوں کو ان پر قوام بنایا ۔ عورت کی صنف کے لحاظ سے اس کی حفاظت کی ضرورت کے ماتحت ''الرجال قوامون علی النساء'' کہہ کر عورت پر مرد کو حاکم اس لئے بنایا کہ اسے ہر دور میں ہر زمانہ میں ایک مضبوط ساتھی اور مضبوط محافظ کی ضرورت ہے ۔

قرون اولیٰ کی عورت نے اسلامی علوم پر دسترس حاصل کرنے کے ساتھ دنیاوی علوم بھی حاصل کئے اپنی حدود کے اندر رہ کر اس نے حکومت بھی کی اور محکوم بھی رہی ۔ اگر حضرت عائشہ کو خدا کے رسولؐ نے آدھے دین کی عالم بنایا تو مردوں نے ان سے فیض حاصل کیا اور خدا کے رسولؐ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ پردے میں درس دیا کرتی تھیں ۔ عورت کی حفاظت کے لئے پردہ بھی خدا کا حکم ہی ہے کہ عورت مرد کی تفریق اور تمیز رہے ۔ عورت کو اگر اپنا حسن اپنے محرم تک ظاہر رکھنے کا حکم ہے تو مرد کو اپنی نظریں نیچی رکھنے غضِ بصر کا حکم ہے عورت اگر جنگ اور جہاد میں شامل ہوتی ہے تو وہ مردوں کی مدد زخمیوں کی مرہم پٹی کر کے انہیں پانی پلا کر کرتی مگر پردے کے اندر بلکہ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے زمانہ میں ایک معرکہ میں ایک مجاہد نے بہت بہادری کا ثبوت دیا ۔ جنگ کے بعد اس مجاہد کو بلا کر حضرت خالد بن ولید نے اس کا حسب نسب دریافت کرنا چاہا اور اپنے چہرے سے نقاب اٹھانے کو کہا تو اس مجاہد کا جواب یہ تھا کہ یہ حکم خدا کی طرف سے ہے میں عورت ذات ہوں لہذا میں نقاب نہیں اٹھا سکتی ۔ اور یہ بہادر مجاہد حضرت خولہؓ تھیں ۔ عورت اپنی عظمت کو اپنے کردار اور اعمال سے منوالیا ۔ خود آنحضرت ﷺ نے گیارہ شادیاں کیں ۔ آپؐ نے کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہ دیا اور دوسری طرف کسی بیوی نے کبھی ایسا مطالبہ نہ کیا جو قابل برداشت نہ ہو ۔ ایسی ہی تعلیم یافتہ اسلامی کردار کا مکمل نمونہ اور خدا تعالیٰ کے حضور خشوع وخضوع کرنے والی عورتوں نے تاریخ میں مقام حاصل کیا ۔ ایسی ہی گودوں سے وہ نونہال پروان چڑھے جنہوں نے تاریخ کا رخ بدل دیا ۔

> ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے زمانہ میں ایک معرکہ میں ایک مجاہد نے بہت بہادری کا ثبوت دیا ۔ جنگ کے بعد اس مجاہد کو بلا کر حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کا حسب نسب دریافت کرنا چاہا اور اپنے چہرے سے نقاب اٹھانے کو کہا تو اس مجاہد کا جواب یہ تھا کہ یہ حکم خدا کی طرف سے ہے میں عورت ذات ہوں لہذا میں نقاب نہیں اٹھا سکتی ۔ اور یہ بہادر مجاہد حضرت خولہؓ تھیں

اسلامی تعلیمات سے آراستہ عورتوں نے جنگوں کے رخ بدل دیئے تاریخ گواہ ہے کہ ایک معرکہ میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ رہے تھے عورتوں نے اپنی اوڑھنیوں کو جھنڈے بنایا اور میدان جنگ کی طرف چل دیں ۔ دشمن نے اتنی تعداد میں جھنڈے آگے بڑھتے دیکھے تو سمجھا کہ مسلمانوں کی تازہ کمک پہنچ گئی ہے تو ان کی فتح شکست میں بدل گئی ۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام ۔ ۵ ۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا ۔

از: اعظم علوی

دل ڈھونڈتا ہے غیرتِ اسلام کی نمود

تسکین روح و دل کے ہیں سامان کہیں کہیں
جلوہ نما ہے صبحِ بہاراں کہیں کہیں

دل ڈھونڈتا ہے غیرتِ اسلام کی نمود
میں دیکھتا ہوں صاحبِ ایماں کہیں کہیں

اے بے نیاز واہ تری بے نیازیاں
کافر تو ہر جگہ ہیں مسلماں کہیں کہیں

الحاد و کفر و شرک کے حامل ہیں ہر طرف
لیکن ملیں گے حاملِ قرآں کہیں کہیں

اتنا تو شکر ہے کہ غمِ دیں سے اشکبار
ہیں خال خال صاحبِ ایماں کہیں کہیں

لوگوں کے پاس دولت دنیا تو ہے بہت
لیکن ملے گی دولتِ عرفان کہیں کہیں

وارد ہے ان کی شان میں اغرینا بینھم
پھر کیوں نہ ہوں وہ دست و گریباں کہیں کہیں

ہوں گے جہاں میں گرچہ مسیحا نفس بہت
ملتا مگر ہے درد کا درماں کہیں کہیں

صادق تو میرزا ہے، نہیں اس میں کچھ کلام
بنتے پھریں گو مہدی دوراں کہیں کہیں